قل هٰذه سبیلی ادعوا الی اللّٰه علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی

فضائل اہلحدیث

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۴۶۳ھ کی مایہ ناز کتاب "شرف اصحاب الحدیث"

کا اُردو ترجمہ

ناشر

جمعیۃ اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ

طابع

خالد گھرجاکھی - گھرجاکھ - گوجرانوالہ

اشاعت فنڈ صرف ایک روپیہ

نام کتاب عربی — شرف اصحاب الحدیث
نام اُردو ترجمہ — فضائلِ اہلِ حدیث
صفحات تقریباً — ۱۱۲
طابع — جمعیۃ اہلِ حدیث ضلع گوجرانوالہ
ناشر — خالد گھرجاکھی
مطبع — اشرف پریس لاہور
ہدیہ اشاعت فنڈ — ایک روپیہ

فہرست

تعارف

فہرست مضامین

دوسرا باب

تیسرا باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

الحمد للہ الذی اصح حدیث دینہ باسنادہ الرفیع، واوثق سنتہ باسناد رسولہ محمد الشفیع، والصلوٰۃ والسلام علی من اسند شریعتہ بالصحۃ الکاملۃ واحسن الصنیع، وعلی آلہ واصحابہ ھداۃ السبل من غیر شذۃ وذوتد لیس شنیع، اللّٰھم صل وسلم علیہ ماطلع القمران وتعاقبت الملوان۔

حدیث کا لفظ عربی زبان میں گفتگو کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ گفتگو کا تعلق حق تعالیٰ سے ہو یا انبیاء علیہم السلام یا عامۃ الناس سے مگر فنِ حدیث کی اشاعت اور رواج کے بعد یہ لفظ حقیقتِ عرفیہ کے طور پر آنحضرت فداہ ابی وامی کے اقوال وافعال وغیرہ پر بولا جاتا ہے خصوصًا دینی امور اور اسلامی مسائل میں جب حدیث کا تذکرہ آجائے تو اس سے مراد صرف حدیث نبوی ہوگی۔ ائمۂ فن کبھی بعض صحابہ کے ارشادات کو بھی اس میں شامل فرما لیتے ہیں۔ موطا امام مالک مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ مسند طیالسی وغیرہ کو آثار کی کثرت کے باوجود عمومًا

حدیث ہی کے دفاتر میں شامل سمجھا گیا ہے۔

تدوین

فنِ حدیث کے جمع و تدوین کی رفتار بالکل طبعی ہے۔ ابتداء میں آنحضرت کے ارشادات حضرت کی زندگی کے واقعات، آپ کے سیر اور مغازی، سفر و حضر کے حوادث ذہنوں میں منقش تھے۔ جیسے دُنیا میں دیکھے بھالے اہم واقعات ذہنوں میں مرتسم ہوتے ہیں۔ سالہا سال تک وہ ذہن سے نہیں اُترتے۔

عقیدت کی بناء پر یا استدلال کے لئے آپ کا تذکرہ ہوتا تو یہ ذہنی نقوش حروف کی صورت اختیار کر لیتے۔ بعض وقت آنحضرت کے بعینہٖ الفاظ دُہرائے جاتے۔ اور عموماً الفاظ کی پابندی کی بجائے مفہوم ادا فرمایا جاتا۔ مگر چونکہ آنحضرتؐ کی طرف کسی غلط چیز کی نسبت نہ صرف حرام بلکہ اس کی جزاء حتماً جہنم تھی اس لئے صحابہ مفہوم کے اداء میں پوری احتیاط کرتے اور کوشش فرماتے کہ کوئی غلط چیز آنحضرتؐ کی طرف منسوب نہ ہونے پائے۔ چند سال میں ان نقوش و الفاظ اور اسی دَور کے محفوظ تذکروں نے علم اور فن کی صورت اختیار کر لی۔ اسلامی حکومت کی سرپرستی، عامۃ المسلمین کے احترام اور دینِ حق کی محبّت کی وجہ سے اسے دنیا میں ایک مقدّس اور معزز پیشہ تصوّر کیا گیا۔ مساجد، معابد اور مدارس حدیث نبویؐ کے تذکروں سے

گونجنے لگے۔ اور اس فن کے ماہرین کی للّٰہیت اور خلوص کا یہ مقام تھا کہ وہ بادشاہوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بادشاہ اپنی دولت ان کے قدموں میں ڈالنا فخر سمجھتے اور یہ کج کلاہانِ بے کلاہ اور تاجدارانِ بے تاج اسے بے نیازی سے ٹھکرا دیتے۔ ان میں خوبی یہ تھی کہ دنیا کے ہر اعزاز سے بے نیاز تھے۔ اس علم کی خدمت اپنا خوشگوار فرض تصوّر فرماتے تھے۔ اس کی حفاظت اپنا ذمہ سمجھتے تھے۔

عقائد اعمال فروع اصول میں وہ قرآن اور سنت ہی کو حجت سمجھتے تھے۔ اور اس کے خلاف دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہ قلبی طور پر مطمئن تھے کہ حق وہی ہے جو ان کو کتاب اور سنّت سے ملا ہے۔ اسے کسی دوسری کسوٹی پر نہیں ——— پرکھا جا سکتا۔ بلکہ لوگوں کی کسوٹیاں اس پر آزمائی جانی چاہیئے۔

فرعی اختلاف

عبادات معاملات وغیرہ میں فرعی اختلاف صحابہ اور تابعین میں موجود تھے۔ اس میں بعض تفردات بھی پائے جاتے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا حج تمتع سے انکار۔ حضرت عمرؓ کا جنبی کے تیمم سے انکار۔ حضرت ابنِ مسعود کا نماز میں تشبیک کرنا قرآن عزیز کے متعارف مجموعہ پر اعتراض۔ ابنِ عباسؓ کا متعۃ النکاح کے جواز کی طرف رجحان وغیرہ امور۔ مگر وہ

ان چیزوں کو گوارا فرماتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے ہر آدمی اپنے فہم اور علم کا پابند ہے۔ ان اختلافات کی بنیاد نہ تو عناد پر ہے نہ جامد تقلید پر بلکہ اہلِ علم نے جو کچھ نیک دلی سے سمجھا اس پر عمل کر لیا۔ اہلحدیث نے فرعی اختلافات پر اپنے مسلک اور مکتبِ فکر کی بنیاد اسی روش پر رکھی۔ ائمہ تابعین کا بھی یہی طریق رہا۔ اس کا پتہ کتبِ حدیث شروح حدیث اور فقہاء حدیث کی تصانیف سے تفصیلاً چل سکتا ہے۔ کہ کس وسعتِ قلب سے ان اختلافات کو گوارا اور برداشت فرمایا گیا۔ اور اس اختلاف سے وحدتِ اسلامی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ عقائد اور اصول میں اس وقت کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ اور اگر کہیں کوئی بدعی عقیدہ پیدا ہوا اسے دبا دیا گیا۔ حضرت ابنِ عباس اور عمر بن العزیز کا حروریہ سے مناظرہ (جامع فضل العلم ص۱۰۳/۲ ص۱۹۶/۲) حضرت عمر کا صبیغ اسلمی کی سرکوبی سے واضح ہوتا ہے کہ عقاید میں اختلاف گوارا نہیں کیا جاتا تھا۔

اہلحدیث کا مسلک بھی یہی تھا کہ فروع میں اپنی تحقیق پر عمل کیا جائے۔ اختلاف کو گوارا کیا جائے۔ اس میں تشدد نہ کیا جائے۔ اور اصول کی پوری پختگی سے پابندی کی جائے۔

عباسی انقلاب

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں اموی حکومت کا چراغ گل ہو گیا

اور اس کی جگہ عباسی حکومت نے لے لی۔ اور برامکہ قلمدانِ وزارت پر قابض ہو گئے۔ فارسی عناصر آگے بڑھے۔ عرب معتوب ہو کر حکومت سے دور دور رہنے لگے۔ یونانی نظریات نے اسلامی روایات کو متاثر کرنا شروع کیا۔ اسلامی عقائد میں شکوک اور شبہات پیدا ہونا شروع ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی تقلید اور جمود نے فرعی اختلافات کی سرپرستی شروع کی۔ اور جمود کے سایہ میں چار مکاتب اسلام کی ترجمانی کے ذمہ دار قرار پائے اور بتدریج تقلید کو واجب کہا جانے لگا۔

یہ دونوں امر مسلک اہلحدیث کے مزاج اور اس کے خمیر سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے ائمہ حدیث نے دونوں مقام پر علیحدگی اختیار کی۔ بلکہ ضرورت اور استعداد کے مطابق اس سے تصادم فرمایا۔ ائمہ حدیث کی حیثیت افراط و تفریط میں برزخ اور مقام اعتدال کی رہی۔ عقائد میں فلاسفہ متکلمین کے غلو سے الگ تاویل کی ظلمتوں سے بچ کر انہوں نے کتاب و سنت کے دامن میں پناہ لی۔ امام احمد امام عبدالعزیز کنانی، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابن القیم وغیرہ کی مصنفات اس کی صریح شاہد ہیں۔ کہ ان حضرات نے فلسفہ اور علم کلام کو سمجھ کر اسی زبان اور اسی لہجہ میں ان کی کمزوریوں کو واضح فرمایا۔

صحاح ستہ اور فنِ حدیث کی دوسری کتابیں اس کی بیّن دلیل

ہیں۔ محدثین احادیث کو بلا تعصب نقل کرتے ہیں۔ رجال کا تذکرہ بھی اسی انداز سے کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں عملاً کسی کو ترجیح ہو نقل میں کمی بیشی نہیں کرتے۔ کلام اور فقہ کے علاوہ بھی ہر مقام اختلاف میں ان کے سوچنے کا یہی طریق ہے۔ وہ اپنی تحقیقی راہ رکھتے۔ جس میں حزم اور اعتدال ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مغالطہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہلحدیث صرف ان لوگوں کا نام ہے جنہوں نے فن حدیث کو جمع کیا۔ اسانید اور متون کو حسب ضرورت مرتب اور مدون کیا۔ یقیناً ائمہ حدیث نے یہ خدمت بڑی جانفشانی سے کی اور اس پر بڑی محنت فرمائی۔ پوری تین صدیاں حفظ ضبط تدوین اور علوم سنت کی اشاعت میں صرف فرمائیں۔ دوسرے مکاتب فکر کے علماء نے بھی ان حضرات کے ساتھ تعاون کیا۔ طحاوی ترکمانی بیہقی نابلسی کا نام ان میں سر فہرست ہے۔ موالک اور حنابلہ میں بڑے بڑے اکابر نے یہ خدمت انجام دی ہے۔ شکر اللہ مساعیہم۔ یہ حضرات اس خدمت کے وقت بھی اپنے مکتب فکر کی رعایت نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔

لیکن ائمہ حدیث نے فن کی خدمت بے لاگ ہو کر فرمائی۔ سب

کے لئے سنت کا مواد فراہم کیا۔ اور اپنی سوچ کا انداز آنحضرت اور صحابہ اور تابعین کے انداز فکر پر رکھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

ومن اہل السنة والجماعة مذہب قدیم معروف قبل ان یخلق اللہ اباحنیفة ومالکا والشافعی واحمد فانہ مذہب الصحابة الذین تلقوہ عن نبیّہم ومن خالف ذالک کان مبتدعًا عند اہل السنة والجماعة (منہاج السنة ج ۱ ص ۲۵۶)

اہل سنت کا ایک پرانا اور مشہور مذہب ہے جو ان ائمہ امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ کی پیدائش سے بھی پہلے تھا۔ یہ صحابہ کا مذہب تھا جو انہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کے نزدیک بدعتی ہے۔

حافظ سیوطی ابوالقاسم لال کائی ۴۱۸ھ سے نقل فرماتے ہیں:۔

ثم کل من اعتقد مذہبا فالیٰ صاحب مقالتہ التی احدثہا ینتسب والی رایہ یستند الا اصحاب الحدیث فان صاحب مقالتہم رسول اللہ صلعم فہم الیہ ینتسبون و الی علمہ یستندون وبہ یستدلون الخ (صون المنطق ص ۱۱) ہر فرقہ اپنے مقتدا کی طرف نسبت کرتا ہے اور اس کے

علم سے سند لیتا ہے۔ لیکن اہلحدیث ان کا صاحب مقالہ اور مقتدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اپنی نسبت آپ ہی کی طرف کرتے ہیں اور آپ کے علم سے استدلال کرتے اور سند لیتے ہیں۔

اس مکتب فکر کا اعتراف خود محققین احناف کو بھی ہے۔ چنانچہ علامہ کاتب چلپی کشف الظنون میں فرماتے ہیں:۔

واکثر التصانیف فی اصول الفقہ لاھل الاعتزال المخالفین لنا فی الاصول ولاھل الحدیث المخالفین لنا فی الفروع ولا اعتماد علی تصانیفھم۔ (مجمع قدیم ص۸۹ ج۱)

اصول فقہ میں زیادہ تر تصانیف معتزلہ اور اہل حدیث کی ہیں اوّل اصول میں ہمارے مخالف ہیں اور دوسرے فروع میں۔

علامہ عبد الکریم شہرستانی فرماتے ہیں:۔

ثم المجتھدون من ائمۃ الامۃ محصورون فی صنفین لا یعدون الی ثالث اصحاب الحدیث واصحاب الرائی۔

(ص۴۵ ج ۲ ملل والنحل علیٰ ہامش کتاب الفصل لابن حزم)

مجتہد دو ہی قسم ہیں۔ تیسری کوئی قسم نہیں اہل حدیث اور اہل الرائے۔

اس قسم کی تصریحات مقدمہ ابنِ خلدون۔ حجۃ اللہ۔ تفہیمات۔ مشکل الحدیث ابنِ خواک میں بکثرت ملتی ہیں۔ یہ مغالطہ کہ اہلِ حدیث صرف اصحابِ فن کا نام ہے، تعصب کی پیداوار یا قلتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے

حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی نے اپنی کتاب شرف اصحاب الحدیث میں اسی مکتبِ فکر کے فضائل کو کسی قدر ربط سے لکھا ہے۔ عقائد اور کلام میں ان کی مساعی اور فروع میں ان کی مقدس کوششوں کا تذکرہ فرمایا۔ اہلِ علم اس موضوع پر اتنا مواد یکجا مشکل پا سکیں گے۔ اسے جمعیت اہلِ حدیث اربابِ ذوق کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتی ہے۔ ناظرین کا تعلق کسی بھی مکتبِ فکر سے ہو ان سے اس مکتبِ فکر کے متعلق انصاف کی امید رکھتی ہے۔

پہلی صدی سے تیسری صدی تک معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قلمرو میں حجاز سے فارس تک اور ادھر حدود شام اور اقصاء مغرب تک اصحاب الحدیث چھائے ہوئے تھے۔ تدوین حدیث کے مدارس جابجا قائم تھے۔ آج جس دَور میں سنت کو ہم سرمایۂ ایمان سمجھتے ہیں۔ یہ اس دَور کے اصحاب الحدیث کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ ایران اور افغانستان جہاں شیعیت اور حنفیت کا طوطی بولتا ہے۔ یہاں اس وقت گلستانِ نبوت کے ہزاروں عندلیب اپنے خوشنوا نغموں سے ان گلزاروں کو معمور

کر رہے تھے۔ آج قدرت کی بے نیازیوں کا یہ عالم ہے۔ کہ پورا ایران رفض کے زیرنگین ہے۔ جہاں کی ساری سربلندیاں محرّم کی سینہ کوبی سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ افغانستان پر تقلیدی جمود کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ قرآن وسنت کے نام لینے پر بعض اصحابِ حال کو ترکِ وطن کے سواء کوئی چارہ نہ رہا۔

خطیب بغدادی چوتھی صدی کے آخر ۲۴؍ رجب ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت قلّتِ علم اور حکومت کے استبداد کی وجہ سے عساکر سنت پیچھے ہٹ رہے تھے۔ مختلف فقہیں حکومتوں کی سرپرستی میں اپنے پاؤں جما رہی تھیں۔ مصر شام حجاز عراق فارس سب جگہ اسلام کی ترجمانی ان مختلف مکاتب کے توسط سے ہو رہی تھی۔ حکومتیں عقیدت کی وجہ سے یا سیاسی عوامل کے سبب سے اس جامد دعوت کی سرپرستی پر مجبور تھیں۔

اور یہ بیچارے اصحاب الحدیث بادشاہی درباروں سے دور علم کی خدمت اور سنت کی اشاعت کے لئے کسی اچھے وقت کے اُمیدوار اور منتظر تھے۔ لیکن یہ چوتھی صدی حریّتِ فکر کی دعوت کے لئے کچھ زیادہ سازگار نہ تھی۔

ان حالات سے متاثر ہو کر خطیب کو "شرف اصحاب الحدیث"

لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ائمہ اربعہ کے اتباع میں بڑے اصحاب کمال اور ارباب علم وتقویٰ موجود تھے۔ جن کی خدمات ملی کے سامنے آنکھیں جھکتی ہیں۔ اور سر نگوں ہوتا ہے لیکن اصحاب الحدیث اس انداز فکر سے مطمئن نہ تھے۔ وہ ان شخصی پابندیوں کو کسی قیمت پر بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی وہ ان موشگافیوں کو پسند فرماتے تھے جو عقائد میں متکلمین اسلام نے پیدا کی تھیں۔ فروع فقہیہ میں جہاں اجتہاد کی ضرورت تھی وہاں ان حضرات نے تقلید اور جمود کو ضروری سمجھا اور تلفیق سے گھبرانے لگے اور عقائد میں جہاں صرف نصوص پر قناعت کر کے کتاب وسنت سے تمسک ضروری تھا وہاں فکر و نظر کے ایسے سیلاب بہائے کہ ایمان و دیانت کی حدود کو بسا اوقات مسمار کر کے رکھ دیا۔ ع

وہ ظالم گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

محدثین اس قلب حقائق کو پسند نہیں فرماتے تھے جس کی داغ بیل چوتھی صدی میں امام خطیب بغدادی کے سامنے رکھی گئی۔ انہوں نے فقہ العراق پر اس انداز سے تنقید کی کہ اس کی تلخی آج بھی داعیانِ تقلید وجمود محسوس کر رہے ہیں۔

اس وقت فتنہ عقائد فلسفہ اور کلام کی صورت میں تھا۔ آج اربابِ جمود نے عقائد کے ایسے باب کو کھولا ہے جس کا کتاب وسنت سے

دُور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ فقہاء عراق رحمہم اللہ بھی اس سے ناآشنا ہیں۔ قدما متکلمین اس سے بے خبر ہیں۔ یہ ساری بے اعتدلیاں محدثین کے معتدل طریق فکر کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہیں۔ جس کی دعوت امام ابوبکر خطیب نے شرف اصحاب الحدیث میں دی ہے۔

شرف اصحاب الحدیث کے عربی متن کی اشاعت جمعیۃ اہلحدیث نے پہلے کی ہے۔ اب ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو حق کے قبول کی توفیق مرحمت فرمائے۔

عبدہٗ خالد بن نور السلفی

کان اللہ لہ

نوٹ :۔ علامہ ابوبکر خطیب بغدادی مصنفؒ کتاب کے حالاتِ زندگی کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے!

مختصر حالات

الامام ابوبکرؒ الخطیب البغدادی

کنیت ابوبکر نام احمد بن علی لقب خطیب وطن بغداد۔
پیدائش ۳۹۲ھ۔ انتقال ۴۶۳ھ۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الحفاظ (جلد ثالث صفحہ ۳۱۲)
میں فرماتے ہیں۔ کہ خطیب بغدادیؒ بڑے حافظ امام شام
وعراق کے محدث تھے۔ آپ کے والد بھی بہت بڑے محدث
تھے۔ آپ کے والد بھی بہت بڑے محدث اور زنجان کے
خطیب تھے۔ کنیت ابوبکر اور نام احمد بن علی بن ثابت ہے۔
۲۴ر جمادی الاخری ۳۹۲ھ بروز جمعرات بغداد میں پیدا
ہوئے۔ معمولی تعلیم سے آپ گیارہ سال کی عمر میں فارغ ہوگئے
پھر طلب علم حدیث میں لمبے لمبے سفر کئے۔ اور اس فن
میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کر لی۔ ان کے شاگرد ابن ماکولا

کہتے ہیں کہ خطیبؒ حدیث نبوی کی معرفت و حفظ و ضبط و اتقان اور حدیثوں کی علتوں اور سندوں کے جاننے اور صحیح و غریب مفرد و منکر اور ساقط کے معلوم کرنے میں اُن پچھلے خاص لوگوں میں تھے جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ امام دارقطنیؒ کے بعد خطیب جیسا کوئی محدث نہیں پیدا ہوا۔ اور شاید خطیبؒ نے خود بھی اپنے جیسا کسی کو نہ پایا ہوگا۔ ابو اسحٰق شیرازی کہتے ہیں۔ کہ خطیبؒ حدیث کو پہچاننے اور یاد رکھنے میں امام دارقطنیؒ کے مثل تھے۔ حافظ سمعانی نے فرمایا کہ خطیبؒ ہیبت و وقار والے ثقہ متعمد خوشخط بڑے ضابط اور فصیح تھے۔ حافظوں کا اُن پر خاتمہ ہو گیا۔ ابن شافع نے کہا کہ علوم حدیث میں حفظ و اتقان کا خطیبؒ پر خاتمہ ہو گیا۔ سمعانی کہتے ہیں کہ خطیبؒ کی ۵۶ تصنیفات ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ تاریخ ابن خلکان میں مرقوم ہے کہ خطیبؒ کی قریب سو کے تصنیفات ہیں۔ اور اگر اُن کی تصنیف سوا تاریخ بغداد کے اور کوئی بھی نہ ہوتی۔ تو صرف یہ تاریخ ہی ان کے علم و فضل اور وسعت معلومات کی شہادت کے لئے کافی تھی۔ تذکرۃ الحفّاظ میں آپ کی بعض تصانیف کے نام بھی ہیں۔ ان میں اس کتاب شرف اصحاب الحدیث کا ذکر بھی ہے۔ شجاع ذہلی نے کہا کہ خطیب امام تھے مصنّف تھے۔ اُن جیسا کوئی نہ تھا۔ ابو الحسن علی نے فرمایا کہ خطیبؒ کی موت سے علم حدیث کی موت ہو گئی۔ فضل بن عمر نسوی کہتے ہیں

میں جامع صور میں امام خطیبؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک علوی آیا اور امام صاحب سے عرض کی کہ یہ تین سو دینار ہیں آپ اسے قبول فرمائیے۔ اور اپنی ضرورت میں خرچ کریں۔ آپ نے نہایت لاپرواہی سے انکار کر دیا۔ اس نے ان دیناروں کو آپ کی جانماز پر ڈال دیا۔ آپ جھلا گئے جانماز جھاڑ کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ شخص اپنا سا منہ لے کر اپنے دینار سمیٹ کر چل دیا۔

ابو ذکریا تبری کا بیان ہے کہ جامع دمشق میں پڑھتا تھا اور مسجد ہی کے ایک حجرہ میں رہتا تھا۔ کبھی کبھی امام خطیبؒ میرے پاس تشریف لاتے۔ اِدھر اُدھر کی کچھ باتیں کرکے مجھ سے فرماتے۔ دیکھو بھائی ہدیہ قبول کرنا بھی مسنون طریقہ ہے۔ یہ کہہ کر ایک پڑیا میرے سامنے رکھ کر چلے جاتے۔ میں اسے کھولتا تو اس میں پانچ اشرفیاں نکلتیں۔ جو آپ مجھے قلم دوات کے خرچ کے لئے دے جایا کرتے تھے۔ آپ خوش آواز و بلند لہجہ تھے۔ جس وقت جامع مسجد میں احادیث پڑھتے تھے تو مسجد گونج اٹھتی تھی۔ الفاظ حدیث کے اعراب ظاہر کرکے نہایت صحت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ حج کے زمانہ میں جب آپ چاہِ زمزم کے پاس پہنچتے ہیں تو اس حدیث کو یاد کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے اسے پورا کرتا ہے آپ تین مقصد دل میں رکھتے ہیں۔ اور تین مرتبہ زمزم کا پانی پیتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تاریخ بغداد آپ لکھ سکیں۔ دوسرے یہ کہ بغداد کی مشہور جامع منصور میں

آپ درسِ حدیث دیں تیسرے یہ کہ بشر حافی کے پڑوس میں آپ دفن ہوں آپ کی یہ تینوں دُعائیں قبول ہوئیں۔ دس ضخیم جلدوں میں آپ نے تاریخ بغداد لکھی جس کے ایک حصّہ کو جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق ہے چھپ چکا ہے۔ اور اُس کا اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ جامع بغداد کے آپ مدرس بنے اور انتقال کے بعد آپ کی تربت بھی وہیں ہوئی جہاں آپ کی دُعا تھی۔ ہر دن رات میں آپ ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ اور ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو حدیث بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کا مرتبہ حکومت کی نظر میں اتنا بڑا تھا کہ رئیس الرؤساء نے حکم دیا تھا کہ کوئی شخص وعظ اور خطبہ وغیرہ میں حدیث بیان نہ کرے، جب تک کہ امام خطیبؒ سے اجازت حاصل نہ کرلے۔ کیونکہ حدیث کی پرکھ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

یہودیوں نے خلیفۂ اسلام کے سامنے ایک عہدنامہ پیش کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہودیانِ خیبر سے جزیہ نہ لیا جائے۔ اس عہدنامہ پر بڑے بڑے صحابہ کے دستخط تھے۔ اور عہدنامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہُوا بتلایا جاتا تھا۔ سلطنت میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ آخر امام خطیب کے سامنے اُسے پیش کیا۔ آپ نے بیک نگاہ دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ جعلی ہے۔ یہودیوں کی شرارت ہے۔ اُنہوں نے خود اُسے بنالیا ہے۔ آپ سے ثبوت

طلب کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ دیکھو اس پر ایک گواہی تو حضرت امیر معاویہؓ کی ہے۔ فتح خیبر ۷ھ میں ہؤا۔ اور امیر معاویہؓ اُس وقت اسلام بھی نہیں لائے تھے۔ وہ ۸ھ میں فتح مکّہ والے سال مسلمان ہوئے تھے پھر اُن کے دستخط اس عہد نامہ پر جو اُن کے اسلام سے ایک سال قبل لکھا گیا کہاں سے آگئے۔ علاوہ ازیں دوسری شہادت حضرت سعد بن مُعاذؓ کی ہے۔ حالانکہ جنگِ خیبر سے پہلے وہ انتقال فرما چکے تھے۔ ۵ھ غزوۂ خندق کے زمانہ میں انتقال ہؤا۔ اور ۷ھ میں خیبر کی زمینیں حضورؐ کے قبضہ میں آئیں۔ تو اپنے انتقال کے دو سال بعد وہ کسی عہد نامہ پر دستخط کیسے کرتے؟

یہ ایک واقعہ ہی نہیں اس جیسے بیسیوں واقعات نے دُنیا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ یاد کریں۔ کہ حضرت امام خطیبؒ اپنے زمانے کے بے مثل امام اور زبردست علاّمہ اور لاثانی محدّث تھے۔ باوجود اس علم و فضل اور زہد و قناعت، بے نفسی اور بے غرضی کے آپ بڑے سخی تھے۔ محدثین اور طلبۂ حدیث کے ساتھ عموماً سلوک کرتے تھے۔ انتقال سے پہلے اپنا تمام مال محدثین پر تقسیم کر دیا۔ اپنی تمام کتابیں راہِ للہ وقف کر دیں۔ علم حدیث کے تقریباً ہر فن میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف ہے۔ آپ کی تصانیف کی عام مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج تمام علماء اور طلباء

ان کے یکسر محتاج ہیں۔ مخلوق ان کی تصانیف کی طرف جھکی ہوئی ہے۔
بڑے بڑے بلند پایہ شعراء نے آپ کی تصانیف کی تعریف میں زورِ قلم
دکھایا ہے۔ اور ان کی حلاوت کو اُن کی لذّت کو، اُن کی تحقیق کو ادبہ
اُن خوش اسلوبی اور حُسنِ بیان اور بلند پایہ تحقیق کو نہایت پسند کیا ہے۔
اور بہت تعریف کی ہے۔ بلکہ دنیا کی کسی چیز کو وہ اتنی محبوب
نہیں سمجھتے جتنی محبّت اُنہیں امام خطیبؒ کی تصانیف سے ہے۔

امام خطیب ماہِ رمضان کے نصف میں ۴۶۳ھ میں بیمار ہوئے۔
اوّل ذی الحجہ کو حالت نازک ہو گئی۔ اور ۷ر ذی الحجہ کو انتقال ہو گیا جنازہ
کی نماز قاضی ابو الحسین نے پڑھائی۔ اور آپ اپنی مقبول دُعاء اور دلی تمنّا
کے مطابق بشر حافی کی قبر کے پاس دفن کئے گئے۔ ان کے جنازے کے
آگے ایک جماعت یوں پکارتی جاتی تھی۔ یہ وہ شخص ہے جو حدیث
نبوی سے اعتراض کو دفع کرتا تھا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کذب کو دور کرتے تھے۔ یہ وہ ہیں جو حدیثِ پیغمبر کے حافظ
تھے۔ ان کا جنازہ اُٹھانے والوں میں ابو اسحٰق شیرازی بھی تھے۔

علی بن حسین کہتے ہیں کہ خطیب کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ
ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے خطیب کا حال پوچھا
اس نے کہا وسطِ جنّت میں جاؤ۔ وہاں نیکوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

رمیلی کہتے ہیں کہ میں ربیع الاوّل کی بارھویں کو ۴۶۳ھ میں بغداد میں سویا ہوُا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم لوگ عادتِ سابقہ کے مطابق امام خطیب کے پاس تاریخ بغداد پڑھنے کو جمع ہیں۔ شیخ نصر مقدسیؒ خطیبؒ کے دائیں جانب ہیں۔ اور اُن کے دائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ تاریخ بغداد سننے کو تشریف لائے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ یہ ابو بکر خطیبؒ کی بزرگی کی دلیل ہے۔ نیز بعض صلحاء نے خواب میں دیکھ کر آپ کا حال پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ آرام و آسائش اور نعمت والی جنت میں ہوں۔

حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں فرماتے ہیں کہ حدیث کے ہر فن پر خطیبؒ کی ایک مستقل کتاب موجود ہے۔ حافظ ابنِ نقطہ نے سچ فرمایا ہے کہ ہر مصنّف کو علم ہے کہ تمام محدثین خطیبؒ کے بعد انہی کی کتابوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔

ہم بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام خطیبؒ مصنّف "شرف اصحاب الحدیث" خاص خدمتِ حدیث کے لیے ہی پیدا کئے گئے تھے اور یہ اللہ تعالٰے کا خاص فضل ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وسلم

شیخ امام حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے۔ جس نے اپنے برگزیدہ مخلوق کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ اور اپنی مخلوق سے سب سے زیادہ پسندیدہ رسولوں کی معرفت اس دین کو بھیجا۔ اور ہمیں ان کی شریعت وملّت کا پابند اور اپنے نبی کے حریم سے مدافعت کرنے والا اور آپ کی سنتوں کا عامل بنایا۔ ہم اس کی ایسی حمد وثناء کرتے ہیں، جس کے وہ لائق ہے۔ ہم اُسی سے بھلائی اور نیکی چاہتے ہیں۔ اور ہم اُس کے فضل کی زیادتی کے لئے اُسی کی طرف رغبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے ختم کرنے والے ہمارے سردار تمام انبیاء سے افضل اور تمام مخلوق سے بہتر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے۔ اور آپ کے بہترین اور بزرگ صحابہ پر اور قیامت تک جو بھی بھلائی کے ساتھ اُن کی پیروی کریں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ عزّ و جل تمہیں بھلائیوں کی توفیق دے۔ اور ہم سب کو بدعتوں اور شک و شبہ سے بچائے۔ تم نے جو ذکر کیا کہ مبتدعین لوگ سنت و احادیث کے پابند لوگوں پر عیب گیری کرتے ہیں اور حدیث کے پڑھنے اور یاد کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ پاک نفس سچے ائمہ سے صحیح طور پر نقل کرتے ہیں اُس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور ملحدین کی باتیں لے کر حق والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی استہزا کرتا ہے۔ اور اُنہیں اُن کی گمراہی میں اور بڑھاتا ہے۔ اور وہ سرکش ہوتے جاتے ہیں۔ تو جان لو کہ خواہش کے پیرو کار لوگ اور جنہیں اللہ تعالے نے اپنی سیدھی راہ سے بہکا دیا ہے۔ اُن کا یہ کام کوئی تعجّب خیز امر نہیں۔ ان کی ذلّت تو اسی سے ظاہر ہے کہ انہیں نہ تو قرآن کریم کے احکام پر نظر ہے۔ نہ اُس کی کھُلی آیتیں اُن کی دلیل ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے حدیثِ رسُول کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ اور خدا کے دین میں اپنی رائے اور قیاس کا دخل دیدیا۔ ان کے نو عمر لوگ ہزلیات میں پڑ گئے۔ اور ان کے عمر رسیدہ لوگ بکواس اور حجّت بازی میں مشغول ہو گئے۔ ان لوگوں نے اپنے دین کو جھگڑوں کا نشانہ بنا لیا۔ اور ہلاکت کے گڑھے میں اور شیطان کے پھندوں میں اپنی جانیں ڈال دیں۔ شک شبہ سے حق اُٹھ گیا اور اس حالت کو پہنچ گئے۔ کہ احادیث رسول کی کتابیں اگر اُن کے

سامنے پیش کی جائیں تو اُنہیں ایک طرف ڈال دیتے ہیں۔ اور بے دیکھے مُنہ پھیر کر بھاگنے لگتے ہیں۔ اور اُن کے اوپر عمل کرنے والوں اور ان کی روایت کرنے والوں سے مذاق کرتے ہیں۔ محض دینِ حق کی دشمنی اور مسلمانوں کے بزرگ اماموں پر طعنہ زنی کر کے۔ لطف تو یہ ہے کہ یہ لوگ عوام میں بیٹھ کر بڑے فخر سے ڈینگ لیتے ہیں کہ ہماری تو عمر علم کلام میں گذری۔ اپنے سوا یہ اور تمام لوگوں کو گمراہ جانتے ہیں۔ اُن کا خیال یہ ہے کہ بس نجات وہی پائیں گے۔ اس لئے کہ وہ کسی کی نہیں مانتے۔ اور اپنے تئیں عدل اور توحید والے جانتے ہیں۔ حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اُن کی توحید شرک و الحاد ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے شریک اُس کی مخلوق میں سے اوروں کو بھی بناتے ہیں۔ ان کے عدل کو بھی اسی طرح اگر جانچا جائے تو وہ یہ ہے کہ یہ لوگ صحیح اور ٹھیک راستے سے ہٹ کر کتاب و سنّت کے مضبوط احکام کے خلاف ہو گئے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ ایسے پھکڑ فقیروں کو جب کبھی کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو کسی فقہ کے جاننے والے کی طرف لپکتے ہیں۔ اُسی سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ اور اُسی کے قول پر عمل کا دارومدار رکھتے ہیں۔ پھر اُسی فتوے کو دوسروں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور پورے مقلّد ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اپنے تئیں محقق جانتے ہیں۔

لیکن اُن اقوال کو چمٹ جاتے ہیں۔ بس اُدھر فتوے ہوا اُدھر اُن کا عمل حالانکہ بہت ممکن ہے کہ اُس کے فتوے غلط ہوں۔ اور ان میں غور خوض کی ضرورت ہو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تقلید کو حرام جان کر پھر بھی کیوں حلال کر لی جاتی ہے؟ اور ایک گناہ کو کبیرہ جانتے ہوئے پھر اُ کس طرح آسانی سے کرنے لگتے ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ جو چیز دنیا اور آخرت میں کوئی نفع نہ دے سکے اُسے پھینک دینا اور احکامِ شریعت پر کاربند ہو جانا ہی زیادہ مناسب اور افضل ہے۔

ہمیں بہ سند حضرت امام مالکؒ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ وہ اس حجت بازی کو ناپسند کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ایک بڑھ بولا شخص آج ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اُس کی مانی۔ پھر اُس سے زیادہ تیز زبان کوئی اور آیا ہم اُس کی مانی تو پھر جبرئیل علیہ السلام جو وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ تو سب رد ہو جائے گی۔

حضرت ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے کہ دین اسلام کو جو شخص علم کلام میں ڈھونڈے وہ بے دین ہے۔ اور جو عجیب غریب حدیثوں کے پیچھے پڑ جائے وہ جھوٹا ہے۔ اور جو کیمیا سے مال تلاش کرے وہ مفلس ہوگا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین مرتبہ فرمایا کہ دین مرد

احادیث میں ہے رائے قیاس میں نہیں۔

فضل بن زیاد نے حضرت امام مالکؒ سے کرابیسی اور اُس کے خیالات کی نسبت دریافت کیا۔ تو آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ یہ جو دفتر کے دفتر ان لوگوں نے رائے قیاس کے لکھ لئے ہیں انہی سے دین پر بلا آئی ہے۔ انہی کتابوں کی وجہ سے احادیث رسولؐ کو لوگوں نے چھوڑ دیا۔ اور ان کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفاء نے جو طریقے فرمائے ہیں انہیں مضبوط تھامنا ہی اللہ عزّ وجل کی کتاب کی تصدیق ہے یہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یہی اس کے دین کی قوت ہے۔ سنت پر عمل کرنے والا ہدایت والا ہے۔ اس سے چمٹنے والا غالب ہے۔ اسے پیچھے ڈالنے والا مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا اور برائی میں پھنسا ہوا ہے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں۔ بزرگانِ سلف سے جو احادیث منقول ہیں انہی پر عامل رہو۔ اگرچہ لوگ تمہیں چھوڑ دیں۔ لوگوں کی رائے اور قیاس کی تابعداری سے بچو۔ اگرچہ وہ اپنی ان باتوں کو بناؤ سنگھار کر کے پیش کریں۔ اگر ایسا کرو گے تو آخر دم تک سیدھی راہ پر قائم رہو گے۔

یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں۔ کہ رائے قیاس کرنے والے اور

اس پر چلنے والے لوگ سنتِ رسولؐ اور حدیثِ پیمبرؐ کے دشمن
امام خطیبؒ فرماتے ہیں۔ اگر یہ رائے قیاس جیسی مذموم
والے لوگ اُن علوم میں اپنے آپ کو مشغول کرتے جو انہیں نفع
سکتے اور اگر یہ لوگ رسولِ رب العالمینؐ کی حدیثیں طلب کرنے
اور محدثین کے آثار کی اقتدا کرتے تو وہ خود دیکھ لیتے کہ اُنہیں
اور چیز کی ضرورت باقی نہ رہتی۔ حدیثیں انہیں رائے قیاس
بے نیاز کر دیتیں۔ اس لیئے کہ علمِ حدیث میں اصولِ توحید و عدے
رب العالمین کی صفتیں، جنّت دوزخ کا ذکر بھلے بُرے لوگوں کا انجا
آسمان و زمین کے عجائبات ملائکہ مقرّبین کا ذکر صف باندھ کر عباد
کرنے والے تسبیح و تقدیس بیان کرنے والے فرشتوں کا بیان، نبیوں
رسولوں کے واقعات، زاہدوں اور اولیاء اللہ کے ذکر، بہترین نصیحت
اور وعظ سمجھ بوجھ والے بزرگوں کے کلام، عرب و عجم کے بادشاہوں
کی سوانح، اگلی اُمتوں کے قصّے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات
جہاد و جنگ، آپ کے احکام، آپ کے فیصلے آپ کے وعظ اور خط
آپ کی نبوّت کی نشانیاں اور معجزے، آپ کی بیویوں کے اولاد کے
رشتہ داروں کے، اصحاب کے احوال اُن کے فضائل و مناقب اخبار
ان کے نسب، اُن کی عمریں، قرآنِ کریم کی تفسیر، اُس کی خبروں اور

ن کی نصیحتوں کا بیان، صحابہ کرام کے احکامِ اسلامی میں محفوظ فیصلے ایمۂ
ام اور فقہاء مجتہدین میں سے کون کون کس کس کے قول کی طرف مائل ہے
یرہ تمام باتیں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ حدیث کو شریعت کے ارکان بنائے ہیں۔ انہی
ے ہاتھوں ہر بُری بدعت کا ستیاناس ہوتا ہے۔ اللہ کی مخلوق میں
اللہ کے امین ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے درمیان
اسطہ ہیں۔ آپ کے دین کے حفظ اور یاد کرنے میں پورا انہماک اور
کامل کوشش کرنے والے ہیں۔ اُن کے انوار روشن ہیں۔ اُن کے فضائل
شہور ہیں۔ اُن کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ اُن کا مذہب پاک ہے اُن کی
دلیلیں پختہ ہیں۔ ہر فرقہ کسی نہ کسی خواہش کی تابعداری میں پڑا ہوا ہے
اور کسی نہ کسی کی رائے قیاس کو اچھا جان کر اُس پر جم گیا ہے۔ لیکن
اہلحدیث کی جماعت ہے کہ ان کا ہتھیار صرف کتاب اللہ ہے اور
اُن کی دلیل صرف حدیث رسول اللہ ہے۔ ان کے امام صرف خدا کے
پیغمبر ہیں۔ ان کی نسبت بھی صرف حضور ہی کی طرف ہے (یعنی محمدی)، وہ
خواہشوں کے پیچھے نہیں پڑتے۔ وہ رائے قیاس کی طرف التفات
بھی نہیں کرتے۔ وہ رسول کی حدیثوں کے روایت کرنے والے اُن کے
امین اور نگہبان ہیں۔ یہ دین کے محافظ اور اس کے خزانچی ہیں۔ یہ علم کے

بھرپور ظرف اور صحیح علم والے ہیں جس حدیث میں اختلاف ہو اُس میں فیصلہ وہی کرینگے۔ اُنہی کا حکم سُنا جائیگا اور مانا جائے گا۔ سمجھدار علماء بلند پایہ فقہاء کامل زاہد پورے فاضل زبردست قاری بہترین خطیب یہی ہیں۔ جمہور عظیم انہی کو کہا جاتا ہے۔ انہی کی راہ سیدھی ہے۔ بدعتیوں کو رُسوا کرنے والے یہی ہیں۔ ان کے مخالف اپنے عقائد کے اظہار پر بھی قادر نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ فریب کرنے والوں کو خدا نیچا دکھائے گا۔ ان سے دشمنی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کریگا۔ ان کی بُرائی چاہنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ انہیں چھوڑنے والے ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔ ہر وہ شخص جو اپنے دین کا بچاؤ چاہتا ہو ان کے ارشاد کا محتاج ہے۔ ان کی طرف بُری نگاہ سے دیکھنے والوں کی بینائی ضعیف ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اُمت میں سے ایک جماعت حق پر ہمیشہ باقی رہے گی۔ اللہ ان کا مددگار ہوگا۔ اُن کے دشمن اُنہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں اس سے مراد جماعت اہلحدیث ہے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین یاد رکھتے ہیں۔ اور آپ کے علم کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے

ہم معتزلہ رافضی جہمیہ مرجیہ اور رائے قیاس والوں کے سامنے کوئی حدیث
نہ کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ منصور جماعت دین کی نگہبان بنائی ہے
اور دشمنانِ دین کے ہتھکنڈے بے اثر کر دیے ہیں۔ اس لئے کہ وہ شرعِ
متین کو مضبوط تھامنے والے اور صحابہ اور تابعین کی روش پر قائم ہیں۔
ان کا کام ہی یہ ہے کہ حدیثوں کو حفظ کریں۔ اور اس کی تلاش میں تری
خشکی، جنگل اور پہاڑ چھان ماریں۔ نہ کسی کی رائے قیاس کو دل میں وقعت
دیں۔ نہ کسی کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کریں۔

یہی وہ جماعت ہے جس نے سنتِ رسول کو زبانی بھی یاد کیا اور
عمل بھی اسی پر رکھا جنہوں نے دل میں بھی اسی کو جگہ دی اور نقل بھی
اسی کو کیا۔ کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کر دکھایا حقیقتاً یہ انہی لوگوں
کا حصہ تھا اور یہی اس کے اہل تھے۔ بہت سے ملحدوں نے ہر چند چاہا
کہ اللہ کے دین میں خلط ملط کریں لیکن اس پاک جماعت کی وجہ سے
اُن کی کچھ نہ چل سکی۔ ارکانِ دین کے محافظ امرِ دین پر قائم یہی لوگ ہیں۔
جب کبھی موقعہ آجائے۔ یہ حدیث رسول کے بچاؤ کے لئے اپنی جانوں کو
ہتھیلیوں پر لے کر باہر نکل آتے ہیں۔ یہی لوگ خدائی لشکر ہیں۔ اور
بالیقین یہ خدائی لشکر ہی فلاح پائے گا۔

ایک اور حدیث میں اتنی زیادتی بھی آئی ہے کہ حضور نے

فرمایا۔ اس علم حدیث کو ہر بعد والے زمانے میں عادل لوگ لیں گے جو زیادتی کرنے والوں کی زیادتی اور باطل پرستوں کی حیلہ جوئی اور جاہلوں کی معنیٰ سازی اس سے دور کرتے رہیں گے۔

احمد بن سنان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو جماعتوں کے درمیان تشریف فرما ہیں ایک حلقہ میں حضرت امام احمد بن حنبل ہیں۔ اور دوسرے میں ابن ابی داؤد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیت فَاِن یَّکْفُرْ بِھَا ھٰؤُلَاءِ۔ یعنی اگر یہ لوگ اس کے ساتھ کفر کریں پڑھتے ہیں اور آپ اشارہ کرتے ہیں ابن ابی داؤد اور اس کے ساتھیوں کی طرف جو اہل الرائے تھے۔ پھر پڑھتے ہیں، فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکَافِرِیْنَ۔ یعنی ہم نے ایک ایسی قوم بھی اس کی طرفدار بنائی ہے جو اس کے ساتھ کبھی کفر نہیں کرے گی، اور آپ اشارہ کرتے ہیں حضرت امام احمد اور اُن کے ساتھیوں کی طرف۔

امام خطیب فرماتے ہیں کہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ اپنی کتاب تاویل مختلف الحدیث میں بدعتی گروہ جو اعتراضات اہلحدیث پر کرتے ہیں، اُنہیں بیان کرکے اُن کا پورا جواب دیتے ہیں جو کہ ایک اس شخص کو جو نیک نیتی کے ساتھ خدا کی جانب سے توفیق

والا ہو تو کافی وافی ہیں۔

اب میں بھی اپنی اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرونگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح لوگوں کو اپنی حدیثیں پہنچانے کا حکم فرمایا ہے۔ اور کیسی کیسی رغبتیں اُنہیں دلائی ہیں۔ آپ کی حدیثیں نقل کرنے کی کیا کیا فضیلتیں ہیں۔ پھر میں اس بارے میں صحابہ اور تابعین اور علماء دین سے بھی جو کچھ وارد ہے، اُسے بیان کروں گا۔ جس سے اہلحدیث کے فضائل اُن کے درجات اُن کے مناقب اور اُن کی بزرگیاں معلوم ہونگی۔

اللہ عزّوجل سے ہماری دُعا ہے کہ وہ ہمیں ان کی محبّت کی وجہ سے نفع دے۔ اور انہیں کے طریقہ پر زندہ رکھے۔ اور اسی پر مارے۔ اور اُنہیں کے ساتھ حشر کرے۔ وہ خبر رکھنے والا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

پہلا باب

رسول اللہ ﷺ کا اپنی حدیثیں حفظ کرنے اور انہیں دوسروں کو پہنچانے کا حکم

حضور ﷺ کا فرمان کہ میری ایک حدیث بھی یاد ہو تو پہنچا دو اور مجھ پر جھوٹ نہ بولو

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری ایک ہی حدیث یاد ہو تو بھی پہنچا دو۔ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔ اس حدیث کی کئی سندیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرنے میں حرج نہیں۔ میری حدیثیں روایت کرو اور مجھ پر جھوٹ نہ بولو۔ (اس حدیث کو علامہ خطیب رح نے قریباً دس بارہ سندوں سے بیان فرمایا ہے)

حضور ﷺ کا فرمان کہ حاضر شخص غیر حاضر کو پہنچا وے

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا خبردار ہو جاؤ۔ ہر حاضر کو چاہیئے۔ کہ وہ غیر حاضر کو پہنچادیا کرے۔ بعض وہ لوگ جنہیں پہنچایا جائے پہنچانے والے سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ دوسری سند میں اتنی زیادتی ہے کہ حضورؐ نے یہ فرمان حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غائب کو پہنچادیں۔ یہ حدیث تو طویل ہے لیکن یہاں مختصر بیان کی گئی ہے۔ ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں۔ علم کو پھیلانا ہی علم کی زندگی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سُنانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ ایماندار کا تو یہ بچاؤ ہے۔ اور ضدی اور ملحد شخص پر خدا کی حجت ہے۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ جب بدعتیں نکلتی ہیں اور اہلِ علم خاموش رہتے ہیں۔ تو آگے چل کر وہ سنّت سمجھی جانے لگتی ہے۔ (اس حدیث کو علامہ نے آٹھ سند سے بیان فرمایا ہے)

حضورؐ کا اُس شخص کیلئے دُعا کرنا جو حدیثیں پڑھے پڑھائے

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے اُس شخص کو جو ہماری حدیثیں سُنے اُنہیں حفظ کرے۔ پھر جس طرح سُنا اُسی

طرح پہنچادے۔ بعض فقہ والے فقیہ نہیں ہوتے۔ اور بعض فقہ والے جسے پہنچاتے ہیں وہ اُن سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منیٰ میں خیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تروتازہ خوش وخرّم رکھے اُس بندے کو جو میری باتیں سنے اُنہیں محفوظ رکھے۔ پھر اُنہیں پہنچادے جنہوں نے نہیں سُنیں۔ بعض فقہ والے بے فقہ ہوتے ہیں۔ اور بعض فقہ والے جنہیں پہنچاتے ہیں وہ اُن سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حدیث کو طلب کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر تازگی کے آثار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو میری حدیث سُنے اور پھر سُنائے۔

حضورؐ کا فرمان کہ جو شخص میری اُمت کیلئے ۴۰ حدیثیں حفظ کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری اُمت کے لئے چالیس حدیثیں اُن کے دین کے بارے میں حفظ کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے

فقیہ اور عالم بنا کر اُٹھائے گا۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص میری اُمت کے لئے چالیس ایسی حدیثیں یاد کرے جن کی اُنہیں ضرورت ہو یعنی حلال وحرام کے مسائل کی۔ اللہ تعالیٰ اُسے عالم اور فقیہ لکھے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص میری اُمت کے لئے میری سنتوں کی چالیس حدیثیں یاد کرلے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری اُمت کے لئے ایک حدیث یاد کرے جس سے اللہ تعالےٰ اُنہیں نفع دے اُس سے کہا جائے گا جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلحدیثوں کی عزت کرنیکا حکم فرمانا

ابو ہارون عبدی کہتے ہیں جب ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے۔ تو آپ خوش ہو کر فرماتے مرحبا ہو۔ تمہارے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔ ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت کیا ہے۔ فرمایا ہم سے حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد لوگ تم سے میری حدیثیں پوچھنے کو آئیں گے۔ جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ لطف وخوشی سے پیش آنا اور اُنہیں حدیثیں

سُنانا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ تمہارے پاس زمین کے کناروں سے جوان لوگ حدیثیں طلب کرتے ہوئے پہنچیں گے جب وہ آئیں تو اُن کی بہترین خیر خواہی کرنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب ان (طالب حدیث) نوجوانوں کو دیکھتے تو بے ساختہ فرماتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت پر تمہیں مرحبا ہو۔ حضور کا ہمیں حکم ہے کہ ہم تمہیں کشادگی کے ساتھ اپنی مجلسوں میں جگہ دیں۔ تمہیں احادیثِ رسول سنائیں تم ہمارے خلیفہ ہو۔ اور اہل حدیث ہمارے بعد ہمارے خلیفہ ہیں۔

جعفر بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے حضرت حسین جعفی گھبرا گئے۔ اُن کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ گیا۔ تو غضبناک ہو کر کہنے لگے۔ کہ جو شخص لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے حدیث ڈھونڈے وہ جنّت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ جب اُن کا غصّہ ٹھنڈا ہوا تو اپنی سند سے حدیث بیان کی کہ آخر زمانے میں ایک قوم آئے گی جو علمِ حدیث طلب کریگی۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو اُنہیں قریب کرنا۔ اور انہیں میری حدیثیں سُنانا۔

اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر عنقریب غریب ہو جائیگا غربا کو خوشخبری ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اسلام شروع ہوا غربت سے اور عنقریب وہ غربت میں لوٹ جائیگا۔ پس غرباء کو خوشخبری ہو۔ ایک اور روایت میں اس کے بعد ہے کہ راوی نے پوچھا یا رسول اللہ غرباء کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو لوگ میری سنتوں کو میرے بعد زندہ رکھیں گے۔ اور انہیں خدا کے دوسرے بندوں کو بھی سکھاتے رہیں گے۔

حضرت عبداللہؓ کی روایت میں ہے کہ اس سوال کے جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو قبیلوں اور برادریوں سے خارج کر دئے جائیں گے۔ حضرت عبدانؒ فرماتے ہیں اس سے مراد متقدمین اہل حدیث ہیں۔

رسول اللہؐ کا فرمان کہ میری اُمت میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ۷۱ فرقے ہو گئے۔ نصاریٰ کے ۷۲ فرقے ہو گئے۔ اور میری اُمت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں۔ سوائے ایک کے سب جہنمی ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ۷۱ فرقے ہوئے۔ اور میری اُمت کے ۷۲ فرقے ہونگے۔ سب جہنمی ہیں سوائے ایک کے اور وہی جماعت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں اگر اس ناجی فرقہ سے مراد اہل حدیث

نہ ہوں تو میں نہیں جان سکتا کہ اور کون ہیں؟ ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن بشر فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ حضور ۷۳ گروہوں میں سے نجات پانے والی جماعت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا اے اہل حدیثو! وہ تم ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہیگی اُن کی بے عزتی کرنیوالے اُنہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ منصور رہے گی۔ ان کی بُرائی چاہنے والا انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور حدیث میں ہے کہ ہمیشہ میری اُمت سے ایک جماعت حق پر رہے گی۔ اُن کے دشمن اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہ کر لڑتی رہیگی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں اگر اس سے مراد جماعت اہلحدیث نہ ہو تو میں نہیں جان سکتا کہ اور کون لوگ مراد ہیں۔

حضرت ابن المبارکؒ نے اس حدیث کی شرح میں جس میں ہے کہ میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق کے ساتھ غالب رہیگی دشمنوں کی بُرائی انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے مراد اہلحدیث ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی وارد ہے۔ بلکہ وہ فرماتے ہیں اگر اس سے مراد اہلحدیث نہ ہوں تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتے۔ احمد بن سنانؒ اس حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں اس سے مراد اہلِ علم اہلِ حدیث ہیں۔ امام علی بن مدینیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے اصحاب حدیث مراد ہیں۔ امام بخاریؒ یہی فرماتے ہیں کہ یہ جماعت اصحاب حدیث کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اس علم کو عادل لوگ حاصل کرینگے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس علم کو ہر زمانے کے عادل لوگ حاصل کرینگے۔ جو اس میں زیادتی کرنے والوں کی تحریف وتبدیل کو اور باطل پسندوں کی حیلہ جوئی کو اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔ یہی روایت حضرت اسامہ بن زیدؓ سے بھی الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ اس علم (حدیث) کو ہر زمانے کے عادل لوگ

حاصل کرتے رہیں گے۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ تاویل، تحریف اور خواہشات سے اسے پاک و صاف رکھیں گے۔ امام احمد بن حنبل رح سے مھنا بن یحییٰ سوال کرتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع تو نہیں۔ آپ فرماتے ہیں نہیں بالکل صحیح ہے۔ اسماعیل بن اسحاق قاضی کے پاس ایک مقدمہ آتا ہے۔ مدعی مدعا علیہ پیش ہوتے ہیں۔ مدعا علیہ مدعی کے دعوےٰ کا انکار کرتا ہے۔ قاضی صاحب مدعی سے گواہ طلب کرتے ہیں۔ وہ دو شخصوں کے نام پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے ایک کو تو قاضی صاحب جانتے ہیں۔ لیکن دوسرا انجان ہے۔ مدعی کہتا ہے اس دوسرے کو بھی آپ جان لیں گے۔ اور عادل اور سچا گواہ مان لیں گے۔ کہا کس طرح۔ کہا اس طرح کہ وہ حدیث کے علم والا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس علم کو ہر زمانے کے عادل لوگ حاصل کرینگے۔ تو جیسے آپ عادل جانیں اس سے زیادہ عادل وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادل فرمائیں قاضی نے کہا۔ بالکل درست ہے۔ جائیے آپ انہیں لے آئیے میں انکی شہادت قبول کر لوں گا۔

تبلیغ کے بارے میں اہلحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ

علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور دُعا کرنے لگے۔ کہ خدایا میرے خلیفوں پر رحم کر۔ ہم نے سوال کیا۔ کہ یا رسول اللہؐ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ لوگ میرے خلفاء ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ میری حدیثوں اور میری سنتوں کو روایت کرینگے اور لوگوں کو سکھائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں آج بتلا دیتا ہوں کہ میرے اور میرے اصحاب کے اور مجھ سے پہلے انبیاء کے جانشین اور خلیفہ کون لوگ ہونگے۔ یہ وہ ہیں جو قرآن کریم اور میری حدیثوں کو محض اللہ کی رضامندی اور اس کے دین کی خاطر حاصل کرینگے۔

امام اسحٰق بن موسیٰ خطمیؒ فرماتے ہیں کہ اس اُمت میں جو بزرگی اور فضیلت اہلحدیث کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے کسی اور کو نہیں دی۔

خود خداوند جل وعلا کا فرمان ہے کہ ہم اُنہیں اپنے پسندیدہ دین کی عزت وخدمت سونپیں گے۔ چنانچہ دین کی عزت اسی جماعت کو ملی۔ ان کے سوا اور خواہش پرستوں کو یہ مرتبہ نصیب کبھی نہیں ہُوا۔ یہ لوگ اگر ایک حدیث بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا آپ کے صحابی کی بیان کریں تو نہیں مانی جاتی۔ کوئی قبول نہیں کرتا۔ لیکن اصحاب حدیث

احادیثِ رسولؐ اور احادیثِ صحابہؓ برابر بیان کرتے ہیں یاد رسب مان
اور قبول کرتے رہیں۔ اس جماعت کی احتیاط کی یہ حالت ہے کہ ان میں
سے کوئی بھی ذرا بدعقیدگی کی طرف جھکتا ہے وہیں اُس کی حدیث
چھوڑ دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ کیسا ہی سچا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلحدیث کے ایمان کی تعریف کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے سوال کیا کہ تمہارے
سب سے زیادہ اچھے ایمان والے کون لوگ معلوم ہوتے ہیں؟ انہوں نے
جواب دیا فرشتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کیوں ایمان
نہ ہوں گے؟ وہ تو رب العالمین کے درباری ہیں۔ صحابہ نے کہا پھر
انبیاء۔ حضورؐ نے فرمایا۔ وہ کیوں ایمان نہیں لائیں گے۔ اُن پر تو وحی الٰہی
نازل ہوتی ہے۔ صحابہ نے کہا پھر ہم۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیوں ایمان نہ
لاتے۔ میں تو تم میں موجود ہوں۔ پھر خود حضورؐ نے اپنے سوال کا جواب
بتادیا۔ فرمایا تمام مخلوق میں سے زیادہ عمدہ ایمان والی وہ جماعت ہے
جو تمہارے بعد آئے گی۔ صرف کتابوں میں لکھا دیکھے گی اور اس پر ایمان
لائے گی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ ہم سے آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ تو ایمان والوں
میں سب سے افضل ایمان والا کون ہے؟ ہم نے کہا فرشتے ہیں فرمایا وہ تو ہیں ہی

اور انہیں تو ہونا چاہیئے۔ ان کو تو خدا نے جس مرتبہ پر رکھا ہے وہ اُنہی کا حصّہ ہے۔ نہیں ان کے سوا اور کوئی بتاؤ۔ ہم نے کہا یا رسولؐ اللہ انبیاء ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔ آپ نے فرمایا وہ تو ایسے ہی ہیں اور انہیں ایسا ہونا بھی چاہیئے۔ بھلا وہ کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے اُنہیں نبوت و رسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے۔ کسی اَور کو بتاؤ۔ ہم نے کہا یا رسول اللہؐ پھر تو راہِ خدا میں شہید ہو جانے والے ہیں۔ کہ جنہیں اللہ تعالےٰ اپنے انبیاء کی خدمت کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ کے ساتھ سرفراز فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ وہ ایسے کیوں نہ ہوتے اللہ تعالیٰ نے انہیں تو شہادت جیسی نعمت انعام فرمائی۔ ان کے سوا اور بتلاؤ۔ ہم نے کہا یا رسول اللہؐ اب آپ ہی ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ میرے بعد آئیں گے۔ وہ مجھے نہیں دیکھیں گے۔ لیکن مجھ پر ایمان لائیں گے۔ اور مجھے نہیں دیکھا لیکن میری تصدیق کرینگے۔ وہ کتابوں کے اوراق میں لکھا دیکھیں گے۔ اور اس کے مطابق عمل کرینگے۔ شیخؒ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ اُن کی مدد کرے۔ کہ اس وصف کے سب سے زیادہ مستحق اور اس حدیث کا اعلےٰ مصداق اہلحدیث ہیں۔ اور جو اُن کے راستہ اور روّیہ پر ہیں۔

بہ سبب درود شریف کی مداومت کے اہلحدیث کا سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت والا ہونا

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز تمام لوگوں سے قریب مجھ سے وہ لوگ ہونگے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہوں۔ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ زبردست بزرگی اور اعلیٰ فضیلت حدیثوں کی روایت کرنے والے اور حدیثوں کے نقل کرنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کہ کوئی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں ان علماء حدیث کی جماعت سے بڑھ کر نہیں نہ تو درود شریف کے لکھنے میں نہ پڑھنے میں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ سے کسی علم کو لکھے اور اس کے ساتھ ہی مجھ پر درود بھی لکھے۔ تو جب تک وہ کتاب پڑھی جائے گی اُسے اجر ملتا رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود لکھے تو جبتک میرا نام اس کتاب میں رہیگا فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اگر محدثین کو صرف یہی فائدہ

ہوتا تو بھی بہت تھا کہ جب تک اُن کی کتابوں میں درود ہے اُن پر خدا کی رحمتیں اُترتی رہتی ہیں۔

محمد بن ابو سلیمان کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ ابا جان آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کس عمل پر؟ فرمایا کہ صرف اس عمل پر کہ میں ہر حدیث میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتا تھا۔

ابوالقاسم عبداللہ مروزیؒ فرماتے ہیں میں اور میرے والد ایک جگہ بیٹھ کر رات کے وقت حدیثوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں پر ایک نور کا ستون دیکھا گیا جو آسمان کی بلندی تک تھا۔ پوچھا گیا کہ یہ نور کس بناء پر ہے۔ تو کہا گیا کہ حدیث کے آمنے سامنے پڑھنے کے وقت جو ان کی زبان سے صلی اللہ علیہ وسلم نکلتا تھا اُس درود کی بناء پر یہ نور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بعد اپنی حدیث کے طالب علموں کی بشارت دینا اور اُنکے اور رسول اللہؐ کے درمیان سند کا متصل ہونا

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے سنتے ہو۔ پھر تم سے اور لوگ سُنیں گے اور اُن سُننے والوں سے اور لوگ سُنیں گے۔ پھر اُس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو مٹاپے کو پسند کریں گے۔ اور بے پوچھے گواہیاں دینے لگیں گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سنتے ہو۔ پھر تم سے سنا جائے گا۔ پھر تم سے سننے والوں سے سنا جائے گا۔ امام اسحاق بن راہویہ محدث فرماتے ہیں جو مسئلہ کہ ان تین میں سے مروی ہو اُسے اثر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم سنتے ہو اور تم سے سنا جائے گا۔ اور ان سننے والوں سے سنا جائے گا۔ امام شعبی صحیح فرماتے ہیں۔ اس اُمت پر تمام چیزوں کے خزانے کھولے جائیں گے۔ یہاں تک کہ حدیث کے خزانے بھی کھول دئے جائیں گے۔

اسناد کی فضیلت اور اسناد کا اس اُمت کے ساتھ مخصوص ہونے کا بیان

مطر رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اَوْ اَثَارَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مُراد سندِ حدیث ہے۔ امام مالک رح کے فرمان وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سندِ حدیث یعنی محدث کا یہ کہنا ہے حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ۔ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی۔ اُنہیں میرے دادا نے سنائی۔

ابوبکر بن احمد رح فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے تین چیزوں کے ساتھ صرف اسی اُمت کو مخصوص فرمایا ہے۔ ان سے پہلے یہ تینوں چیزوں کسی اُمت کو عطا نہیں (۱)، اسناد (۲)، انساب (۳)، اور اعراب (یعنی حدیث وغیرہ کی سند بیان کرنی۔ راویوں وغیرہ کے نسب نامے محفوظ رکھنے۔ الفاظِ حدیث وغیرہ پر اعراب لگانا اور بیان کردینا)، محمد بن حاتم بن مظفرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسناد کی بزرگی شرف اور فضیلت کے ساتھ صرف اسی اُمت کو مخصوص فرمایا ہے۔ تمام نئی اور پرانی اُمتوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی اسناد نہیں، اُن کے ہاتھوں میں صرف کتابیں ہیں۔ جنہیں اُن کے علماء نے خلط ملط کردی ہیں اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ توراۃ وانجیل کی نبیوں کی لائی ہوئی اصلی آیتوں اور اپنے علماء کی ان ملائی ہوئی باتوں میں تمیز کرسکیں۔ جو اُنہوں نے غیر ثقہ لوگوں سے سُن سن کر اصل کتاب میں ملادی ہیں۔ برخلاف اس کے یہ اُمت حدیثِ رسولؐ کو صرف اُن بزرگوں سے لیتی ہے جو اپنے زمانے میں ثقہ ہوتے ہیں۔ جو سچائی اور امانت داری کے ساتھ مشہور ہوتے ہیں۔ جو اپنے جیسے سچوں، امین اور ثقہ لوگوں سے ہی روایت ہیں۔ پھر اُن کے اُستاد بھی ان اوصاف میں پورے ہوتے ہیں۔ آخر تک، باوجود اس کے پھر بھی کامل غور وخوض کرتے ہیں اور کون کس سے بڑھ کر حافظہ والا ہے۔ کون کس سے ضبط میں بڑھا ہوا ہے۔ کسے اپنے

اُستاد کی خدمت میں زیادہ ٹھیرنا میسر ہؤا ہے۔ کسے کم موقعہ ملا ہے ان سب باتوں کی پوری دیکھ بھال اور صحیح علم رکھتے ہیں۔ پھر ایک ایک حدیث کو بیس بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ وجہوں سے لکھتے ہیں اور ہر طرح کی غلطیوں اور لغزشوں سے پاک صاف کر کے حروف کو خوب محفوظ کر کے الفاظ کو یاد کر کے بلکہ گن گن کر روایت کرتے ہیں۔ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں سے ایک یہ بھی ہے۔ ہم اس نعمت پر اُس کی شکر گذاری بجالاتے ہیں۔ اور اُس سے ثابت قدمی طلب کرتے ہیں۔ اور جو اعمال اُس کی نزدیکی حاصل کرانیوالے اور اُس کے پاس عزت دلوانے والے ہوں اُن کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ اُس تعریفوں والے مولا سے التجا ہے۔ کہ وہ ہمیں اپنی فرمانبرداری کو مضبوطی سے تھام رکھنے کی پوری توفیق عطا فرمائے۔ ان محدثین کرام میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جو اپنے باپ کا یا بھائی کا یا اپنی اولاد کا بھی لحاظ رکھے۔ بلکہ علمِ حدیث میں جو اُن کی حالت ہوتی اُسے کھول کر بیان فرمادیتے۔

امام علی بن عبداللہ مدینی کو دیکھ لیجئے۔ وہ اپنے زمانے میں فنِ حدیث کے مسلّم امام ہیں۔ ان سے اپنے والد کے حق میں ایک حرف بھی اُن کی تقویت کا نہیں نکلا۔ بلکہ اپنے باپ پر اس کے برخلاف

اُن کی جرح مروی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عطا کردہ توفیق پر اُس کا شکر کرتے ہیں۔

احکامِ شریعت پہچاننے کا ذریعہ صرف اسناد ہی ہے

ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اسناد دین کی چیز ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے نزدیک اسناد دین کی چیز ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ ڈالتا۔ آپ کا فرمان ہے جو شخص امرِ دین کو سند کے بغیر تلاش کرتا ہے اُس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص بغیر زینے کے چھت پر چڑھنا چاہتا ہو۔ محمد بن شادان جوہری ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک مسئلہ پوچھتے ہیں جسے وہ بھول گئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا جانتے ہو ابو سعید حداد رحمۃ اللہ نے اسناد کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ آپ کا فرمان ہے کہ سند زینے کی مانند ہے جب زینے پر چڑھتے ہوئے قدم پھسلا تو گر پڑو گے۔ اور رائے قیاس کی مثال بے اصل چیز کی طرح ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سند مسلمان کا ہتھیار ہے جب ہتھیار ہی کسی کے پاس نہ ہو تو لڑے گا کیا؟

اہلحدیث کا رسول اللہ ﷺ کے امانت بردار ہونے کا بیان

امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں۔ اگلی تمام اُمتوں میں اپنے

رسولوں کی حدیثوں کو یاد کرنیوالے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وصف صرف اسی اُمت میں رکھا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت یہ لوگ کبھی تو بے اصل اور غیر صحیح حدیث بھی بیان کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا گو وہ بیان کریں۔ لیکن اُن کے علماء صحیح غیر صحیح کی پوری معرفت رکھتے ہیں۔ ایسی غیر صحیح حدیثوں کی روایت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ بعد والے دھوکہ میں نہ آجائیں۔ اور انہیں کھل جائے کہ ان حضرات نے خوب چھان بین کر لی ہے۔ اور احادیث حفظ کر لی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ابوزرعہ پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے حفظ کرنے میں بیحد تکلیف اُٹھایا کرتے تھے۔ اس میں ان کا جہاد بہت بڑھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن داؤد خریبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اماموں سے اور جو ہم سے بہت بڑے بزرگ ہیں سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اہلحدیث اور علمِ حدیث کے جاننے والے اللہ تعالےٰ کے امانت بردار اور اس کے نبی کی سنتوں کے محافظ ہیں۔ جب تک اس کا علم و عمل اُن میں رہے۔ کہمس ہمدانیؒ فرماتے ہیں۔ جو شخص اہلحدیثوں کو دین کے محافظ نہ مانے۔ وہ اُن کمزور مسکینوں میں ہے جو اللہ کے دین کو دین نہیں جانتے۔ دیکھو خود خداوند جل وعلا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ۔ اللہ تعالےٰ نے بہت ہی

اچھی حدیث نازل فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی جبرئیل علیہ السلام نے۔ وہ روایت کرتے ہیں اللہ عزّ وجل سے۔

اہلحدیث حامیانِ دین ہیں۔ وہ سنتوں سے اعتراضات دفع کرتے ہیں

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں فرشتے آسمانوں کے چوکیدار ہیں اور اہل حدیث زمین کے پاسبان ہیں۔ حضرت یزید بن زریع رحؒ فرماتے ہیں ہر دین کے شہسوار ہوتے ہیں۔ اور اس دین کے شہسوار اہلحدیث ہیں جو کہ اسناد کے نگہبان ہیں۔ قاسم بن نصر مخرمیؒ فرماتے ہیں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ اور امام یحیٰی بن معین محدثؒ آپ کے سرہانے کھڑے ہوئے مورچھل جھل رہے ہیں۔ صبح آکر وہ اپنا یہ خواب ذکر کرتے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا اس کی تعبیر ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے جھوٹی باتوں کو ہم دفع کرتے ہیں۔

اہلحدیث رسول اللہ کی سنتوں اور ہر قسم کی حکمتوں کے وارث ہیں

ایک مرتبہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس کچھ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر سلیمان بن مہران نے پوچھا یہ لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں؟ ابن مسعودؓ نے فرمایا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی میراث کی تقسیم کے لئے جمع ہوئے ہیں

حضرت فضیلؒ اہلحدیث کی جماعت کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے انبیاء کے وارثو تمہاری حالت ایسی رہے گی یعنی دُنیوی تنگی حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب کسی حدیث جاننے والے کو دیکھ لیتا ہوں تو اتنا خوش ہوتا ہوں کہ گویا میں نے رسول اللہؐ کو دیکھ لی۔

بھلائیوں کا حکم کرنیوالے اور بُرائیوں سے روکنے والے اہلحدیث ہیں

ابراہیم بن موسٰیؒ سے سوال ہوتا ہے کہ بھلائی کا حکم کرنے والے اور بُرائی سے روکنے والے کون لوگ ہیں؟ جواب دیتے ہیں وہ ہم ہی ہیں۔ اس لئے کہ ہم کہا کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کرو اور اس سے رک جاؤ۔

اُمت میں سے بہترین لوگ

امام ابوبکر بن عیاشؒ یحییٰ بن آدم کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے ہیں کہ اہلحدیث سے بہتر کوئی قوم نہیں۔ ان میں کا ایک ایک مجھ سے بار بار ایک حدیث کی بابت دریافت کرتا رہتا ہے حالانکہ اگر یہ چاہتے تو مجھ سے سُنے بغیر ہی میرا نام لیکر حدیث بیان کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کو لوگ گھیر لیتے ہیں۔ بھیڑ بھاڑ سے تنگ آکر آپ فرمانے لگتے ہیں۔ یہ شیطان کے سر کیا کر رہے ہیں؟ لوگ اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ تو فرمانے لگتے ہیں میرے علم میں کوئی قوم ان سے بھلی نہیں۔ انہیں میری حدیث معلوم ہے لیکن ان کی احتیاط کی یہ

حالت ہے کہ جبتک مجھ سے نہ سُن لیں۔ میرا نام لیکر روایت نہیں کریں گے
حالانکہ اگر چاہیں اور روایت کرنے لگیں تو انہیں کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟
حضرت حفص رح سے لوگ ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ اے ابو عمر دیکھئے تو یہ طالبیا
حدیث کیسے بگڑ گئے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ پھر بھی بہترین لوگ ہیں۔
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک
اہلحدیث جماعت سے کوئی جماعت بہتر نہیں۔ یہ حدیث کے سوا کچھ
جانتے ہی نہیں۔ ابو عبداللہ رح فرماتے ہیں۔ علمی باتیں جن لوگوں نے کی
ہیں اُن میں سب سے بہتر باتوں والے اہل حدیث ہیں۔ ولید بن مُسلم
فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی سے جب ہم نے علم حدیث حاصل کرلیا اور
اپنے وطن کو جانے لگے۔ تو آپ ہمیں پہنچانے کے لئے کوئی دس بارہ میل
تک پیدل آئے۔ ہم نے عرض کیا۔ کہ جناب کا اس بڑی عمر میں یہ تکلیف
گوارا کرنا ہم سے نہیں سہارا جاتا۔ تو فرمانے لگے یہ تم کہو چلے چلو۔ اگر
میں جانتا کہ وہ جماعت جس پر اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے
نزدیک سب سے افضل ہے تمہارے سوا کوئی اور ہے تو میں اُس کے
ساتھ جاتا۔ اور اُنہیں رُخصت کرتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تمام دُنیا سے
افضل تم لوگ ہو۔

حضرت امام احمد بن حنبل رح دیکھتے ہیں کہ اصحابِ حدیث ایک محدث

صاحب کے پاس سے نکلے۔ اُن کے ہاتھوں میں قلمدان ہیں تو فرمانے لگے۔ اگر یہ سچے انسان نہیں۔ تو میں نہیں جان سکتا کہ پھر انسان کسے کہتے ہیں؟ عثمان بن ابو شیبہؒ نے بعض اصحابِ حدیث کو حالتِ اضطراب میں دیکھ کر فرمایا۔ ان میں کا فاسق شخص بھی دوسروں کے عابدوں سے اچھا ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نکلتے ہیں اور دروازہ پر اہلحدیث کی جماعت کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی نہیں۔ صبح ہی صبح گھر سے نکلے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سُننے لگے۔

اہلحدیث ابدال اور اولیاء اللہ ہیں

صالح بن محمد رازیؒ فرماتے ہیں۔ اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو میں نہیں جان سکتا کہ ابدال اور کون ہوتے ہیں؟ امام صالح رازیؒ فرماتے ہیں عدالت والا وہ ہی نہیں جو مال جان اور عزت پر عدل کرے۔ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر عدالت والا وہ ہے۔ کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرے۔ تو وہ مان لی جائے۔ اُسے اس میں سچا اور عادل جانا جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو پھر ابدال اور کون ہوں گے؟

خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں اگر قرآن و حدیث والے بھی اولیاء اللہ

نہیں تو جان لینا چاہیئے۔ کہ زمین اولیاء اللہ سے خالی ہے۔

امام ابن عیینہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی عمر صرف اہلحدیث کی دعاؤں سے ہوئی ہے۔

محمود بن خالد نے ایک مرتبہ ابو حفص عمرو بن ابو سلمہ سے پوچھا کہ کیا آپ حدیث بیان کرنا پسند فرماتے ہیں؟ جواب دیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جو نیک کار صالح لوگوں کے دفتر سے اپنا نام کٹوا دینا چاہتا ہو؟

اگر اہلحدیث نہ ہوتے تو اسلام مٹ جاتا

حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ ان طالب علموں کے دلوں میں یہ حرص نہ ڈالتا تو یہ کام ہی مٹ جاتا۔

ابو داؤدؒ فرماتے ہیں اگر اہلحدیث کی یہ جماعت نہ ہوتی۔ اور یہ لوگ حدیثوں کو جمع نہ کرتے تو اسلام بے نشان ہو جاتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہم تین چار آدمی امام علی بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر تھے۔ آپ فرمانے لگے کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ میری اُمت میں ایک جماعت ہمیشہ غالب ہو کر حق پر رہے گی۔ نہ اُن کے مخالفین

انہیں ضرر پہنچا سکیں گے نہ رُسوائی۔ اس سے مُراد میں تو یہ جانتا ہوں کہ تم ہو۔ یعنی حدیث والے۔ دیکھو تجارت پیشہ لوگ تجارت میں کاریگر لوگ اپنی اپنی صنعت میں بادشاہ لوگ اپنی اپنی سلطنت میں مشغول ہیں مگر تم ہو کہ دن رات سنّتِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے رواج دینے کی دُھن میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک شاعر محدثین کے قلمدانوں کے وصف میں بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی روشن قندیلوں کو لے کر حدیثِ رسولؐ کے پھیلانیوالے اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ ہر متقی پرہیزگار سچے بزرگ عالم سے حدیثِ رسولؐ کو سیکھتے ہیں۔ ان کے قلمدان نورانی ہیں اور ایسے چمکتے ہیں کہ گویا بیچوں بیچ مسجد کے روشن قندیلیں ہیں۔ یہ حدیثیں ہر ایک فقہ کے عالم اور احکام کے مصنّف کو پہنچائی جاتی ہیں۔

امام عبدالعزیز بن ابوداؤدؒ نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص حدیث کے لئے اُن کے پاس آرہے ہیں۔ تو فرمانے لگے۔ تم نہیں دیکھتے کہ ان کے ہاتھ میں اسلام کی قندیلیں ہیں۔ یہ ایمان کے روشن چراغ ہیں۔ پرہیزگاروں کے نشانات ہیں۔

الحمدللہ کتاب شرف اصحاب الحدیث مصنفہ امام خطیبؒ بغدادی کا پہلا حصّہ ختم ہوا۔

دوسرا باب

اہل حدیث کا حق پر ہونا

خلیفہ ہارون رشیدؒ فرماتے ہیں۔ میں نے چار چیزوں کو چار گروہ میں پایا۔ کفر کو جہمیہ میں۔ علم کلام اور جھگڑے بکھیڑے کو معتزلہ میں۔ جھوٹ کو رافضیوں میں اور حق کو اہلحدیثوں میں۔

ولید کرابیسی اپنے آخر وقت میں اپنی اولاد کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کیا تم علم کلام اور مناظرے اور باتیں بناتے میں مجھ سے زیادہ عالم کسی کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر میں تمہیں کوئی وصیت کروں تو مان لوگے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ فرمایا سنو! تم اہلحدیث کے مذہب کو مضبوط تھام لو میں نے تو حق کو انہی کے ساتھ دیکھا۔ ان کے بڑے بڑے محدثین کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ ان کے چھوٹے لوگ بھی حق گوئی کے جذبات سے اس قدر پر ہیں کہ بڑے بڑوں کی غلطیاں نکال کر صاف بیان

کر دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن فرماتے
ہیں جو شخص حدیث کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی باتوں میں لوگوں کو الجھاتا
ہے۔ اُس کا انجام گمراہی ہوتا ہے۔

قیامت کے دن نجات کے سب سے زیادہ حقدار اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے اہلحدیث ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک
فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے
ہول و خوف اور اُس کی ہر جگہ کی سرزنش سے سب سے زیادہ نجات
پانے والا وہ ہوگا جو دُنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود[1] پڑھتا رہا
ابو جعفرؒ فرماتے ہیں اگر رُوئے زمین پر کوئی نجات پانے والا
گروہ ہے۔ تو وہ ہے جو طالب حدیث ہیں۔ حدیث کا علم تلاش کرنے
والے ہیں۔

ابو مزاحم خاقانی کے اشعار ہیں کہ اہلِ حدیث ہی نجات پانے
والے ہیں۔ اگر وہ حدیث پر عامل بھی ہو جائیں اور اس امانت کی
پوری ادائیگی کریں یہ کہا گیا ہے کہ تمام بندوں میں افضل یہی ہیں
جیسے کچھ بھی ہیں جبکہ وہ فتنوں سے بچتے رہیں۔ ان میں سے جو انتقال
کر جائے اُسے شہادت نصیب ہوتی ہے۔ اور اُس کی قبر اُس کیلئے

[1] درود جسکی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے

بہترین پاکیزہ گھر بن جاتی ہے۔ شاذان بن یحییٰ فرماتے ہیں جو لوگ
حدیث پر عامل ہیں، اُن کے راستے سے اچھا راستہ جنّت کی طرف جانے
والا کوئی اور نہیں جانتا۔ حسن بن علی تمیمیؒ فرماتے ہیں طواف کرتے ہوئے
میرے دل میں خیال آیا کہ قیامت کے دن سب سے آگے کون لوگ
ہونگے۔ اچانک ایک غیبی آواز آئی کہ اہلحدیث ہونگے۔

علم حدیث کی جستجو کیلئے سفر کرنیوالوں کی فضیلت

یزید بن ہارونؒ حماد بن زیدؒ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا قرآن
کریم میں بھی اہلحدیث کا ذکر ہے۔ فرمایا کیوں نہیں؟ کیا تم نے یہ آیت
نہیں سنی کہ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم۔
یعنی دین کی سمجھ پیدا کریں اور اپنی قوم میں واپس آکر انہیں ڈرائیں۔
اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو علم دین کی سمجھ حاصل کرنے کی غرض سے
سفر کرے۔ اور سیکھ کر اپنی قوم والوں کو آکر سکھائے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے استاد امام عبدالرزاق قرآنِ پاک کی آیت
فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ منھم لیتفقھوا فی الدین ولینذروا
قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ہ یعنی ہر گروہ میں سے
ایک جماعت دین کا علم سیکھنے کے لئے کیوں نہیں نکلتی تاکہ وہ لوٹ کر
اپنی قوم کو ڈرائیں۔ شاید کہ وہ ڈر جائیں۔ اس آیت کی تفسیر میں

فرماتے ہیں۔ اس سے مراد اصحابِ حدیث ہیں حضرت ابراہیم بن ادھم
فرماتے ہیں کہ اہلحدیث کے ان سفروں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس
امت سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے حضرت ابن عباس کے مولیٰ حضرت
عکرمہؒ فرماتے ہیں اَلسَّآئِحُوْنَ جو قرآنِ کریم میں ہے۔ اس کی تفسیر حدیث
کے طالبِ علم ہیں۔ امام علی بن معبدؒ اہلِ حدیث کو دیکھ کر فرمایا کرتے
۔ یہ پراگندہ بالوں والے میلے کپڑوں والے، غبار آلودہ چہروں والے بھی
اگر ثواب کے مستحق نہیں تو خدا کی قسم یہ صریح ناانصافی ہے۔ شیخ ابوبکرؒ فرماتے
خدا کی قسم ہمارا عقیدہ ہے جس میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ حدیث کے
طالبعلم بڑے بڑے ثوابوں کے مستحق ہیں اور چھوٹے سے چھوٹا فائدہ ان
کا یہ ہے جو امام وکیع بن جراحؒ بیان فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص حدیث
سے کچھ اور فائدہ حاصل نہ کرے لیکن کم سے کم یہ علم اُسے بدعقیدگی
سے تو ضرور روک دے گا۔ تو کیا یہی فائدہ کچھ کم ہے؟ حضرت امام احمد
بن حنبلؒ سے پوچھا جاتا ہے کہ کچھ لوگ حدیث لکھتے تو ہیں لیکن
اس کا اثر اُن پر نہیں دیکھا جاتا اور نہ ان کا وقار ہوتا ہے تو آپ نے
جواب دیا کہ مآل اور انجام اس کا خیر و برکت ہی ہے۔ امام ایوبؒ
کو جب کبھی کسی حدیث والے کے انتقال کی خبر پہنچتی تو اتنا صدمہ اور
رنج کرتے کہ چہرہ غمگین ہو جاتا۔ اور جب کبھی انہیں کسی عابد کے انتقال

کی خبر ہوتی تو یہ بات اُس کے چہرے پر نہ دیکھی جاتی تھی۔

حدیث کا سُننا اور لکھنا دُنیا اور آخرت کو جمع کرنا ہے

سہل بن عبد اللہ زاہدؒ فرماتے ہیں جو شخص دُنیا اور آخرت کی بھلائی چاہے۔ وہ حدیث لکھا کرے۔ اس میں دونوں جہان کا نفع ہے۔ عبد اللہ بن داؤد فرماتے ہیں حدیث سے جو شخص دنیا چاہے اُس کے لئے دنیا ہے اور جو آخرت چاہے اُسکے لئے آخرت ہے۔ حدیث کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس میں جو اپنی مراد دنیا رکھے اسکے لئے دنیا اور جو آخرت رکھے اس کے لئے آخرت ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ حدیث شریف کا سُننا دُنیا چاہنے والے کے لئے عزت کا باعث ہے اور آخرت چاہنے والے سنکے لئے رشد و بھلائی کا سبب ہے۔ احمد بن منصور شیرازی نے کسی کے اشعار بیان کیئے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ لوگو! حدیث کو مضبوط تھام لو اس جیسی کوئی چیز کسی طرح نہیں۔ چونکہ دین نام ہے خیر خواہی کا اس لئے میں نے تمہاری واجب خیر خواہی ظاہر کر دی۔ ہم نے نور روایت ہی میں تمام فقہ پائی اور کل احکام پائے اور تمام لطافت پائے۔ میری دانتوں کا انیس مسند حدیثوں کا ذکر ہے۔ جان لو کہ تمام فائدو سے بہترین فائدہ علم کا حفظ کرنا ہے جس نے حدیث کی طلب کی

اُس نے فضیلت کے خزانے جمع کر لئے اور ثابت رہنے والی دنیا سمیٹ لی۔ لوگو! ان روائیتوں کو مضبوط پکڑو جنہیں امام مالک امام شعبہ امام ابن عمرو۔ امام ابن زید امام سفیان امام یحیٰی امام احمد بن حنبل امام اسحاق امام ابن الفرات جیسے ثقہ بزرگ اور پاک نفس لوگ روایت کرتے ہیں۔ ہمارے آئمہ روشن ستاروں کی طرح ہیں۔ کیا کوئی بھلا شخص ان نورانی ستاروں کے منہ بھی آسکتا ہے؟

شاہان اسلام جنہوں نے اہلحدیث کیلئے بیت المال کا حصہ مقرر کیا

خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حمص کے گورنر کے نام فرمان بھیجا کہ اہل صلاح کا بیت المال میں اتنا حصہ مقرر کر دو کہ وہ بے پرواہ ہو جائیں تاکہ قرآن وحدیث کے علم سے انہیں کوئی چیز مشغول نہ کر سکے

حدیث سنانے کیلئے نوعمر لوگوں کو قریب کرنا

ایک شخص امام اعمش کے پاس سے گذرا۔ وہ اُس وقت حدیث بیان فرما رہے تھے۔ تو اُس نے کہا آپ ان نوعمر لوگوں کے سامنے حدیثیں بیان فرماتے ہیں۔ امام اعمش نے جواب دیا۔ یہی لوگ تمہارا دین تمہارے لئے حفظ کریں گے۔ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جب اہلحدیث بچوں کو ہاتھوں میں قلمدان لئے ہوئے دیکھتے تو انہیں کھڑا

کر کے فرماتے۔ یہ ہیں دین کے پودے۔ جن کی بابت فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ نئے نئے پودے لگاتا رہے گا۔ جن سے دینِ خداوندی مضبوط ہوتا رہے گا۔ یہ لوگ گو آج تو عمر ہیں اور تم میں چھوٹے ہیں لیکن عنقریب تمہارے بعد یہی لوگ عمر میں اور عزت میں بڑے ہونگے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قریش کی ایک جماعت کو فرماتے ہیں۔ تم نے ان بچوں کو الگ کیوں بٹھا رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو ان کے لئے مجلس میں جگہ کیا کرو۔ اور انہیں حدیثیں سُنایا کرو۔ اور مطلب سمجھایا کرو۔ آج اگرچہ یہ چھوٹے ہیں۔ لیکن کل سردار بن جائیں گے۔ تم بھی کبھی قوم کے چھوٹے تھے۔ لیکن آج بڑے ہو۔

حدیث پڑھنے پر اپنے بچوں کو جبراً آمادہ کرنا چاہیئے

عبداللہ بن داؤد فرماتے ہیں انسان کو چاہیئے کہ حدیث کے سُننے پر اپنی اولاد کو مجبور کرے۔ دین علمِ کلام میں نہیں۔ بلکہ دین صرف احادیث رسول ؐ میں ہی ہے۔ آپ سے یہی روایت اور طریق سے بھی مروی ہے۔ ایک اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حدیث سے آخرت کا ارادہ رکھنے والے کے لئے حدیث آخرت کی چیز ہے۔

اپنی اولاد کی دلجوئی کر کے حدیث سُنانا

حضرت ابراہیم بن ادھم ؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا۔

بیٹا تم حدیث سیکھو اور یاد کرو۔ ایک ایک حدیث کے یاد کرنے پر تمہیں ایک ایک درہم انعام دوں گا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح حدیثیں یاد کیں۔

اُن بزرگوں کا بیان جنہوں نے حدیث نہ سننے والوں کی مذمت کی

حضرت سفیان ثوریؒ جب کسی شیخ کو دیکھتے کہ وہ حدیث نہیں لکھتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی طرف سے بھلا بدلہ نہ دے۔ امام اعمشؒ فرماتے ہیں۔ جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ وہ قرآن کریم نہیں پڑھتا۔ اور حدیث شریف نہیں لکھتا تو اس سے دور رہو وہ شیخ القمر ہے۔ اور شیخ القمران دہریہ لوگوں کو کہتے ہیں جو چاندنی رات میں جمع ہو کر تاریخی واقعات میں بڑی دون کی لیتے ہیں اور مسائل دینیہ میں اُن کی جہالت کا یہ حال ہوتا ہے کہ اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں جانتے۔

مرتے دم تک حدیث شریف لکھنے میں مشغول رہنا

امام ابن المبارکؒ سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کب تک حدیث لکھتے رہیں گے؟ فرمایا شاید کوئی روایت جس سے مجھے نفع پہنچے میں نے اب تک نہ سنی ہو۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سوال ہوتا ہے کہ آدمی حدیث کب تک لکھتا رہے؟ فرمایا مرتے دم تک۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں تو قبر میں جانے تک طالب علم ہی رہوں گا۔ امام حسن بصریؒ سے سوال ہوا کہ کیا اسی برس کی عمر کا آدمی بھی حدیث لکھے؟ فرمایا جب تک اُسکی

اچھی زندگی ہے۔

اہل حدیث قوی دلائل والی جماعت ہے

امام اعمش ؒ فرمایا کرتے تھے میرے اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک پردہ ہے۔ جب چاہوں اسے اُٹھادوں۔ اور انہیں دیکھ لوں۔ حضرت امام شافعی ؒ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم جاننے والا بڑی قدر و قیمت والا شخص ہے۔ اور فقہ جاننے والا بڑی شخصیّت والا آدمی ہے۔ اور حدیث کا لکھنے والا بڑی قوی دلیل والا انسان ہے۔

ابو عروبہ حرانی ؒ فرماتے ہیں جو شخص فقہ جانتا ہو اور حدیث نہ جانتا ہو وہ لنگڑا ہے۔

علم حدیث کی رغبت کرنیوالے اور اس سے بے رغبتی کرنے والے

امام زہری ؒ نے ایک مرتبہ ہذلی ؒ سے پوچھا کہ کیا آپ کو حدیث اچھی معلوم ہوتی ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا اسے مرد پسند کرتے ہیں اور نامرد اسے پسند نہیں کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ طالبانِ حدیث مرد ہیں اور حدیث سے بے رغبتی کرنے والے نامرد ہیں۔

ابو الفضل عباس بن محمد خراسانی کے اشعار ہیں جن میں فرماتے ہیں۔ میں نے کوشش سے اصل علم حاصل کرنے کے لئے سفر کیا۔ دنیا میں انسان کی زینت احادیث رسول ؐ ہی ہیں۔ طالب علم ہی شیر دل مرد

ہے۔ اور علم سے دشمنی رکھنے والا تو مخنث ہے۔ مال پر گھمنڈ نہ کر اسے تو
تو عنقریب چھوڑ کر چل دیگا۔ یہ دنیا تو یونہی ایک دوسرے کے
ہاتھوں میراث ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اہلِ سنت وہی ہے جو اہلِ حدیث سے محبت رکھے

قتیبہ بن سعیدؒ فرماتے ہیں جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اہلِ حدیث سے
محبت رکھتا ہے۔ جیسے امام یحییٰ بن سعید قطانؒ اور امام عبدالرحمن بن
مہدیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ اور اسی
طرح بہت سے محدثینؒ کے نام لئے تو سمجھ لو کہ وہ اہل سنت ہے اور
جسے اس کے خلاف پاؤ تو سمجھ لو بدعتی بد عقیدہ ہے۔

ابو جعفر خواصؒ کے اشعار ہیں کہ بدعتیوں کی رونق جاتی رہی۔
اور اُن کے سہارے کمزور ہو کر ٹوٹ گئے۔ اور ابلیس نے جو لشکر جمع کیا
تھا اُس کے شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہونے کی چیخ و پکار ہونے لگی۔
لوگو! بتاؤ تو ان بدعتیوں کی بدعتوں میں کوئی سمجھ دار بھلا آدمی اُن کا
پیشوا بھی ہے؟ جیسے حضرت سفیان ثوریؒ جنہوں نے زہد و اتقاء کے
نکتے لوگوں کو سکھائے۔ یا امام سلیمان تیمیؒ جنہوں نے قیامت کے خوفناک
حالات سے متاثر ہو کر اپنی نیند اور آرام چھوڑ دیا تھا۔ یا اسلام کے
نوجوان بہادر امام احمدؒ جو ہر ایک آزمائش میں ثابت قدم رہے۔ نہ تو

کوڑوں سے اُن کا ایمان متزلزل ہوُا۔ نہ تلوار اُن کی قوّتِ ایمان کو گھٹا سکی۔

امام اوزاعیؒ نے ایک مرتبہ بقیہ سے پوچھا کہ ابو محمد تم اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہو جو لوگ اپنے نبیؐ کی حدیث سے بغض رکھیں میں نے کہا وہ بڑے بُرے لوگ ہیں۔ فرمایا دیکھو جب کسی بدعتی کے سامنے تم اُس کی بدعت کے خلاف حدیثِ رسول اللہؐ بیان کرو گے وہ فوراً اُس حدیث سے چڑیگا اور اُس سے بغض رکھے گا۔ احمد بن سنبل قطانؒ فرماتے ہیں۔ دُنیا میں کوئی بدعتی ایسا نہیں جو حدیث سے نہ چڑتا ہو۔ جب کبھی کوئی انسان کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے یا بدعت پر عمل کرنے لگتا ہے اُس کے دل سے حدیث کی حلاوت چھین لی جاتی ہے۔ ابو نصر بن سلام فقیہؒ فرماتے ہیں۔ ملحدوں پر حدیث کے سننے اور اُسے با سند روایت کرنے سے زیادہ بھاری اور ناپسند کوئی چیز نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے احمد بن حسنؒ کہتے ہیں کہ ابنِ ابی قبیلہ سے مکّہ شریف میں لوگوں نے اہلِ حدیث کا ذکر کیا۔ تو وہ کہنے لگے۔ یہ بُری قوم ہے۔ امام صاحب غصّہ سے کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اور یہ فرماتے ہوئے گھر میں چلے گئے کہ یہ زندیق ہے یہ بے دین ہو گیا۔ یہ بدعقیدہ ہو گیا۔

اہلحدیث کی مدح اور اہل الرائے کی مذمت

امام شعبیؒ فرماتے ہیں جو میں تمہیں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کروں وہ تم لے لو۔ اور جو لوگ اپنی رائے سے بتائیں ان کی باتوں پر پیشاب کر دیا کرو۔

احمد بن شبویہؒ فرماتے ہیں جو شخص قبر میں کام آنے والا علم سیکھنا چاہتا ہو وہ حدیث پڑھے اور جو صرف خیر کا ارادہ رکھتا وہ رائے قیاس سیکھے۔ یونس بن سلیمان سقطیؒ فرماتے ہیں میں نے خوب غور کر کے دیکھا تو دو چیزیں پائیں۔ حدیث اور رائے۔ حدیث میں تو اللہ تعالیٰ رب العالمین کا اس کی ربوبیت کا اس کے جلال کا اس کی عظمت کا ذکر پایا۔ عرش کا جنت کا دوزخ کا نبیوں اور پیغمبروں کا حلال وحرام کا ذکر بھی حدیث میں ہی پایا۔ صلہ رحمی پر اور ہر طرح کی بھلائی پر رغبتیں بھی اسی میں پائیں۔ لیکن رائے قیاس میں مکر وفریب حیلہ سازیاں اور دھوکہ بازیاں پائیں۔ رشتوں ناطوں کا توڑنا اور ہر طرح کی برائیاں اسی میں دیکھیں۔ ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن نسقی مقریؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے مشائخ ابوبکر بن اسمٰعیل کو ابو ثمود کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ پہلے وہ اہلحدیث تھا۔ پھر اہل رائے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واما ثمود فهدينا هم فاستحبوا العمى على الهدى یعنے ثمودیوں کو ہم نے

ہدایت دی۔ لیکن اُنہوں نے اندھاپن کو پسند کیا۔ اور ہدایت چھوڑ دی۔

عبدہ بن زیاد اصبہانی کے اشعار ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تو احادیث میں ہے انسان کے لئے حدیث سے بہتر کوئی چیز نہیں خبردار حدیث اور اہلحدیث سے دھوکہ نہ کرنا۔ رائے قیاس تو رات ہے اور حدیث دن ہے۔ افسوس انسان ہدایت کی راہیں باوجود چمکیلے سورج کی روشنی کے بھی کبھی بھول جاتا ہے۔

امام جعفرؒ بن محمد کے پاس ایک مرتبہ امام ابن شبرمہؒ اور امام ابو حنیفہؒ جاتے ہیں تو آپ امام ابو حنیفہؒ سے فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور دین میں اپنی رائے قیاس کو دخل نہ دو۔ دیکھو کل ہمیں اور تمہیں اور ہمارے مخالفین کو اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ ہم تو اس وقت کہدیں گے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا لیکن آپ اور آپ کے ہم خیال کہیں گے ہماری رائے ہمارا قیاس یہ ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے ساتھ جو چاہیگا سو کریگا۔

عبداللہ بن حسن صیحانیؒ فرماتے ہیں میں مصر میں تھا۔ طبیعت میری نادرست تھی۔ میں نے دیکھا کہ جامع مسجد میں اُن کے قاضی صاحب آئے۔ اور بیان کرنا شروع کیا۔ کہ مسکین اہلحدیث فقہ کو اچھی طرح نہیں جانتے۔ میں گھٹنوں چل کر اُس کے پاس پہنچا۔ اور کہنے لگا سنو اصحاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کے زخموں کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ذرا بتلاؤ تو حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا ہے؟ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا ہے؟ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا فرمایا ہے؟ اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا میں نے کہا اسی پرتے پہ کہہ رہے تھے کہ اہلحدیث فقہ نہیں جانتے۔ میں ایک ادنیٰ اہلحدیث ہوں۔ اور معمولی سا سوال کیا تم سے اُس کا جواب بھی نہ بن پڑا لیکن زبان چل رہی ہے کہ اہل حدیث فقہ نہیں جانتے۔

ابو عبداللہ محمد بن علی صوری اپنے اشعار میں کہتے ہیں جو شخص حدیث سے بغض رکھے۔ اور اہلحدیث سے چڑے اور دعوے کرتا رہے اُس سے کہہ دو کہ تم کچھ جانتے بھی ہو۔ یا یونہی جہالت سے باتیں بناتے ہو۔ جو بے وقوفی کا کام ہے۔ کیا اُن بزرگوں کو بُرا کہا جا سکتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تمام بلاؤں اور آفتوں سے بچا رکھا۔ کمی بیشی سے پاک رکھا۔ آج دُنیا کا ہر عالم اور ہر فقیہ اُن کا دست نگر ہے۔

خلیفہ ہارون رشید کا فرمان ہے کہ مروت اہلحدیث میں ہے۔ کلام معتزلہ میں ہے۔ جھوٹ رافضیوں میں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ اصحابِ کلام کے بارے میں میرا فتویٰ ہے

ہے کہ انہیں بید لگائے جائیں۔ اور اونٹوں پر سوار کرا کر گھر گھر اور محلّے محلّے پھرایا جائے۔ اور منادی کرائی جائے۔ کہ یہ سزا ہے اُس شخص کی جو کتاب سنّت کو چھوڑ دے اور علم کلام میں مشغول ہو جائے۔

ابو مزاحم خاقانی کے اشعار ہیں کہ اہلِ کلام اور اہلِ رائے نے علم حدیث کو نہ حاصل کیا جس سے انسان کی نجات ہوتی ہے۔ اگر وہ احادیث رسولؐ کا مرتبہ جان لیتے اور اُن سے مُنہ نہ پھیرتے۔ اور رائے قیاس اور کلام کو نہ لیتے تو اُن کی نجات ہو جاتی۔ لیکن اُن لوگوں نے اپنی جہالت سے اس کے خلاف کیا۔

ابو زید فقیہؒ نے ایک شافعی عالم کے اشعار پڑھے۔ کہ قرآن حدیث اور دین کی سمجھ کے سوا ہر کلام بے دینی ہے جس علم میں حدثنا آئے۔ یعنی سند کے ساتھ حدیث بیان ہو وہ تو تابعداری کے لائق ہے۔ اور اُس کے سوا باقی علوم شیطانی وسوسے ہیں۔

حدیث کو حفظ کرنے اور اُس کے ادب کرنیکا ثواب

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری اُمت کو ایک حدیث بھی پہنچا دے جس سے سنّت قائم ہو یا بدعت ٹوٹے اُس کے لئے جنّت ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جو شخص دو حدیثیں سیکھ لے جن سے وہ خود نفع اُٹھائے۔ دوسرے کسی کو سکھائے۔ اور وہ نفع اُٹھائے۔ تو یہ اُس کے لئے ساٹھ سال کی عبادت سے بھی بہتر ہے۔

ابو جعفر محمد بن علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم کو طلب کرنے میں جلدی کرو۔ ایک حدیث سچے شخص کی ساری دُنیا سے اور اس میں جو کچھ سونا چاندی ہے سب سے بہتر ہے۔

علم حدیث کو طلب کرنا ساری عبادتوں سے افضل عبادت ہے

امام سفیانؒ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر کوئی عمل علم حدیث کی طلب سے افضل ہو۔ اُس کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہو آپ کا فرمان ہے کہ میرے نزدیک حدیث سے بڑھ کر بوجھل اور اس سے افضل چیز کوئی اور نہیں۔ افضل تو اس کے لئے ہے جس کا ارادہ آخرت کا ہے۔ اگر یہ ارادہ نہ ہو تو بڑا خوف ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص خدا تعالےٰ کو خوش کرنا چاہتا ہو میرے علم میں تو اس کے لئے حدیث سے افضل اور کوئی چیز نہیں۔ دیکھو تو تمام مسلمانوں کو اپنے کھانے پینے تک میں اس کی ضرورت رہا کرتی ہے۔

حضرت وکیع بن جراحؒ فرماتے ہیں کوئی عبادت اللہ تعالےٰ کے نزدیک حدیث کے پڑھنے پڑھانے سے زیادہ افضل نہیں۔

بشر بن حارثؒ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ اور نیک نیت ہو میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر اُس کے لئے کوئی عمل طلب حدیث سے بھی افضل ہو۔ رہا میں سو میں تو اپنے ہر ہر قدم پر جو ہیں لئے اس میں اُٹھایا ہوا استغفار کرتا ہوں۔

حدیث شریف کی روایت تسبیح خوانی سے بھی افضل ہے

امام وکیعؒ فرماتے ہیں اگر روایت حدیث میرے نزدیک تسبیح خوانی سے بہتر نہ ہوتی تو میں ہرگز روایت حدیث میں مشغول نہ ہوتا۔

حدیث شریف کی روایت کا درجہ درس قرآن جیسا ہے

سلیمان تیمیؒ فرماتے ہیں کہ ہم ابو مجلزؒ کے پاس تھے اور وہ ہمیں حدیثیں سنا رہے تھے۔ تو ایک شخص نے کہا۔ کاش کہ آپ قرآن پاک کی کوئی سورۃ پڑھتے۔ تو ابو مجلزؒ نے جواب دیا کہ علم حدیث بھی کسی سورت کی تلاوت سے میرے نزدیک تو کم نہیں۔

حدیث شریف کی روایت کا ثواب مثل نماز پڑھنے کے ہے

محمد بن عمرو بن عطا کہتے ہیں کہ موسیٰ بن لیسار ہمیں حدیثیں سنا رہے تھے تو حضرت ابن عمرؓ نے اُن سے فرمایا جب آپ حدیث بیان کرنے سے فارغ ہوں تب سلام کیجئے۔ اس لئے کہ آپ گویا نماز میں ہیں۔

حدیث شریف کی روایت کا نفل نماز سے افضل ہونا

امام وکیعؒ فرماتے ہیں اگر میں جانتا کہ نفل نماز کا پڑھنا حدیث بیان کرنے سے افضل ہے تو میں ہرگز حدیث بیان نہ کرتا۔ امام قعنبیؒ سے بھی یہ فرمان منقول ہے۔ عمر بن سہیلؒ سے معافی ابن عمران اہلحدیث سوال کرتے ہیں کہ اے ابوعمران آپ کے نزدیک یہ افضل ہے کہ حدیث شریف لکھوں آپ نے جواب دیا کہ ایک حدیث کا لکھنا میرے نزدیک رات بھر کی نماز سے افضل ہے۔ محمد بن عبدالعزیزؒ کے پاس ابوزرعہؒ کا مکتوب وصیت کے بارے میں آیا۔ انہوں نے صبح سے لے کر جمعہ کی نماز کے وقت تک اس کو پڑھا پھر جمعہ کے دو فرض پڑھ کر اسے پڑھنے لگ گئے۔ عصر تک پڑھتے رہے عصر کے بھی صرف فرض پڑھے۔ اس دن نوافل پڑھے ہی نہیں۔ اور ان حدیثوں کے پڑھنے میں مشغول رہے۔ اس لئے کہ حدیث کا پڑھنا نفل نماز سے افضل ہے۔

حدیث شریف کا لکھنا نفلی روزوں سے افضل ہے

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص تو نفلی روزوں اور نفلی نمازوں میں مشغول ہے۔ اور دوسرا شخص حدیث کے لکھنے میں مشغول ہے۔ فرمائیے آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا حدیث شریف کا لکھنے والا۔ سائل نے کہا۔ آپ نے کیسے اس پر فضیلت کیسے دیدی

فرمایا اس لئے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ لوگوں کو ہم نے ایک چیز پر پایا۔ اور اُن کے ساتھ ہو لئے۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب حافظؒ اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ بالخصوص اس زمانہ میں تو حدیث شریف کا سیکھنا ہر قسم کی نفل عبادت سے افضل اور بہتر ہے۔ اس لئے کہ سنتیں مٹتی چلی جارہی ہیں۔ ان پر سے عمل اُٹھتا چلا جارہا ہے۔ اور بدعت اور بدعتی بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ یحییٰ یمانؒ کا بھی قول ہے کہ آج کل طلب حدیث بہترین عبادت اور خیر و برکت کا باعث ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت ان طالب علموں کی نیت نیک کہاں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا طلب حدیث خود نیک نیتی ہے۔

حدیث شریف کو بطور شفا حاصل کرنے کیلئے پڑھنا

امام رمادیؒ جب بیمار پڑتے تو فرماتے۔ اہلحدیثوں کو بلاؤ۔ جب وہ آتے تو فرماتے مجھے حدیثیں پڑھ کر سناؤ۔

حضرت عمرؓ نے روایت حدیث سے کیوں منع فرمایا تھا اور آپ کے فرمان کا صحیح مطلب کیا ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو درداء، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس آدمی بھیجا اور انہیں بلوا کر اپنے پاس روک لیا۔ اور فرمایا تم کیوں اس قدر کثرت سے حدیثیں بیان کرتے ہو۔ اپنی شہادت تک ان بزرگوں کو اپنے پاس ہی رکھا۔

قرظہ بن کعبؓ فرماتے ہیں جب ہم جانے لگے۔ توحضرت عمرؓ ہمیں پہنچانے کے لئے صرار تک آئے۔ پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور ہم سے فرمانے لگے جانتے ہیں تمہارے ساتھ یہاں تک کیوں آیا؟ ہم نے کہا اس لئے کہ آپ ہمیں رخصت کریں اور عزت افزائی کریں۔ فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک اور مطلب بھی ہے وہ یہ کہ تم اب ایک قوم کے پاس پہنچو گے۔ جنہیں قرآن کریم کے ساتھ شغف اور محبت ہے۔ اور بکثرت اس کی تلاوت کرتے ہیں دیکھو تم کہیں اُنہیں احادیث سنا کر اُس سے نہ روک دینا۔ جاؤ میں بھی تمہارا شریک ہوں۔

قرظہؓ فرماتے ہیں میں نے تو اس کے بعد کوئی حدیث بیان ہی نہیں کی۔ اگر کوئی شخص ان روایتوں کو پیش کر کے سوال کرے۔ کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ پر روایت حدیث کا انکار کیوں کیا؟ اور اُن پر اس بارے میں سختی کیوں کی؟ تو جواب دیا جائیگا کہ محض دین خدا کی احتیاط اور مسلمانوں کی اچھائی کے لئے۔ اس لئے کہ اُنہیں ڈر تھا کہ کہیں لوگ صرف روایت پر نہ رہ جائیں اور عمل نہ چھوڑ بیٹھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کھٹکا تھا کہ کہیں معانی کے سمجھنے سے قاصر نہ رہ جائیں۔ اس لئے کہ بعض حدیثیں ظاہر پر محمول نہیں ہوتیں۔ اور ہر شخص ان کے اصلی معنی، مطلب تک پہنچ جانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ کبھی حدیث مجمل ہوتی ہے۔ اور اس کی تفصیل اور تشریح دوسری حدیثوں سے معلوم

ہوتی ہے تو حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کو یہ خیال گذرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حدیث کا مطلب غلط سمجھا جائے۔ اور ایک لفظ کو لے کر کوئی بیٹھ جائے حالانکہ اور حدیثوں کو ملانے سے فی الواقع مطلب اس کا کھل جاتا ہے اور وہ دوسرا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیے جس سے ہماری اس توجیہ پر کافی روشنی پڑیگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے گدھے پر جسے عُفَیر کہا جاتا تھا سوار تھے۔ اور حضرت معاذ رضؓ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا معاذ رضؓ جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے۔ اور بندوں کا حق اللہ تعالےٰ پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور بندے کا حق اللہ تعالےٰ پر یہ ہے کہ جو مشرک نہ ہو اُسے عذاب نہ کرے۔ حضرت معاذ رضؓ عرض کرتے ہیں حضورؐ! میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ فرمایا نہیں ڈر ہے کہ وہ کہیں اسی پر تکیہ نہ لگالیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اجازت چاہنے والے حضرت عمر رضؓ تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضؓ سے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے اور آپکے ساتھ اُس نے شریک نہ کیا ہو وہ جنّت میں جائے گا۔ حضرت معاذ رضؓ

نے اجازت چاہی کہ لوگوں کو یہ خوشخبری سنادیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں نہ سناؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ نڈر نہ ہو جائیں۔

ابوالعباس احمد بن یحییٰؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت علیؓ کو فرمایا کہ یہ دونوں اہلِ جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں انہیں یہ خبر نہ دینا۔ آپ نے اُن تک یہ حدیث پہنچانے کی ممانعت کیوں فرمائی؟ ابوالعباسؒ نے جواب دیا محض اس لئے کہ ایسا نہ ہو اُن کے اعمال میں قصور آجائے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں یہی وجہ حضرت عمرؓ کے منع فرمانے کی ہے اور یہی سبب اُن کی اُس سختی کا ہے جو اُنہوں نے صحابہ کرامؓ پر کی اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حفاظت ہے اور بعد والوں کو تنبیہ ہے تاکہ وہ سنتِ رسولؐ میں وہ چیز داخل نہ کردیں۔ جو اُس میں نہیں۔ اس لئے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھانے والے سچّے لوگوں پر بھی جب روایت حدیث کے بارے میں اس قدر سختی کی گئی ہے تو وہ روایتِ حدیث میں بہت احتیاط سے کام لیں گے۔ اور نفسِ انسانی میں شیطانی خیالات کذب کے بارے میں جو کھٹکتے ہیں اُن سے وہ بہت بچتے رہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دمشق کے منبر پر فرمایا۔ لوگو! سوا اُن حدیثوں کے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیان کی جاتی تھیں بیان کرنے سے بچو۔ حضرت عمرؓ اللہ عزّوجل کے دین کے بارے میں لوگوں کو دھمکاتے رہا کرتے تھے اور جو معنی حضرت عمرؓ کے قول کے ہم نے بیان کئے ہیں اسی توجیہ کی تائید یہ روایت بھی کرتی ہے کہ حضرت ابوموسےٰ اشعریؓ نے جب سلام کے بارے میں آپ کے سامنے حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ کسی اور کو بھی گواہ لاؤ جس نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے سُنی ہو۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ سلام کیا جب اجازت نہ ملی تو لوٹ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اُن کے پیچھے آدمی بھیجا۔ کہ آپ کیسے لوٹ گئے۔ اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ سلام کرے۔ اور جواب نہ پائے۔ تو لوٹ جائے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ اپنی اس روایت پر شہادت پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن قیس گھبرائے ہوئے آئے اور میں جس جماعت میں تھا وہاں سے گذرے۔ ہم نے کہا کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ اور پورا قصّہ بیان کرکے کہا

کہ تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم سب نے سنا ہے۔ پھر اپنا ایک آدمی ساتھ کر دیا۔ اس نے آکر حضرت عمرؓ کے سامنے وہی حدیث اپنے سماع سے بیان کی۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے گواہ اس لئے طلب کیا تھا کہ وہ خبرِ واحد کو ایک شخص کی بیان کردہ روایت کو قابلِ قبول نہیں جانتے تھے ہرگز نہیں۔ دیکھئے حضرت حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی حدیث جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں سے جزیہ لینے کی بابت بیان فرمائی تھی قبول کی۔ اور اس پر عمل بھی کیا۔ حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سوا کسی اور نے اسے بیان نہیں فرمائی۔

اسی طرح ضحاک بن سفیان کلابی کی روایت کو اشیم ضبابی کی عورت کو اس کی دیت میں سے ورثہ دلانے کے بارے میں۔ حالانکہ وہی تنہا راوی تھے قبول فرمائی اور عمل کیا۔ اسی طرح یہ بھی نہ جاننا چاہئے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کی روایت کو اس لئے قبول نہ فرمائی تھی کہ وہ حضرت ابو موسیٰؓ پر بدگمانی کرتے تھے بلکہ اس کی وجہ وہی تھی جسے ہم نے بیان کیا۔ یعنی صرف سنتوں کی حدیثوں کی حفاظت وصیانت اور روایت کے بارے میں احتیاط و پختگی۔ واللہ اعلم

صحابۂ کرام کی بہت بڑی جماعت سے اور تابعین کی بھی بڑی جماعت

سے حدیث کی اشاعت، حدیث کا حفظ حدیث کا مذاکرہ اور ان چیزوں پر رغبت و تحریص مروی ہے۔ ہم تھوڑی بہت روایات ان میں سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی اُن بعض روایات کا بیان جو حدیث کے حفظ، اشاعت اور مذاکرہ کی بابت مروی ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیثوں کی دیکھ بھال کرتے رہو۔ حدیثوں کا مذاکرہ کرتے رہو۔ اگر یہ نہ کیا تو ڈر ہے کہ یہ علم مٹ نہ جائے۔ یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ حضرت عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں حدیث کا مذاکرہ زندہ علم حدیث کی حیات آپس میں پڑھنا پڑھانا ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حدیث کا درس تدریس اور مذاکرہ جاری رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ علم جاتا رہے۔ اس لئے کہ یہ قرآن کریم کی طرح جمع کی ہوئی اور محفوظ نہیں ہے۔ اگر تم نے حدیث کا شغل مذاکرہ کے طور پر نہ رکھا۔ تو یہ علم جاتا رہے گا خبردار ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی یہ کہدے کہ میں نے کل حدیث بیان کی تھی آج نہ کروں گا۔ نہیں بلکہ اُسے یہ کہنا چاہیئے کہ میں نے کل بھی حدیثیں بیان کیں۔ آج بھی بیان کروں گا اور پھر کل بھی بیان کروں گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب تم ہم سے حدیثیں سنو اُنہیں

آپس میں دوہرایا کرو۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا بھی یہی قول ہے۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ حدیث بیان کیا کرو۔ ایک حدیث دوسری کو یاد دلا دیتی ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں یہ علمی مجلسیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی باتیں پہنچادیں تم بھی جو کچھ بھلی باتیں ہم سے سنو دوسروں تک پہنچادو۔

سلیم بن عباس کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوامامہ باہلیؓ کے پاس بیٹھتے تھے۔ وہ ہمیں بکثرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے۔ پھر فارغ ہو کر فرماتے تھے۔ اچھی طرح انہیں سمجھ لو۔ اور پھر جس طرح تم پہنچائے گئے ہو دوسروں کو پہنچادو۔

حضرت انسؓ نے اپنے دونوں بیٹوں نضر اور موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ حدیث کو اور اسنادِ حدیث کو لکھ لیا کریں۔ اور انہیں دوسروں کو سکھائیں۔ فرماتے ہیں ہم تو اس علم کو علم نہیں جانتے تھے جو اپنے علم کو لکھے۔

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں حدیث شریف کا مذاکرہ کیا کرو۔ اس کی حیات آپس میں پڑھنا پڑھانا ہی ہے۔ فرمایا کرتے تھے ذکرِ حدیث کی طلب کرو۔ تاکہ وہ بے رونق نہ ہو جائے۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰؒ کا قول ہے حدیث کی زندگی اس کا پڑھنا پڑھانا ہے۔ تم اس کا مذاکرہ جاری رکھو۔

طلق بن حبیبؒ کہتے ہیں حدیثوں کا مذاکرہ کیا کرو۔ ایک حدیث دوسری کو یاد دلایا کرتی ہے۔

حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں جب کبھی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرو۔ تو اُسے اچھی طرح محفوظ رکھو۔

پادشاہانِ اسلام کا روایتِ حدیث کی تمنّا کرنا اور اُن کا محدثین کو تمام علماء سے افضل جاننا

خلیفہ مامون رشید نے جب مصر فتح کیا تو فرج اسود نے کھڑے ہوکر کہا اے امیر المومنین! خدا کا شکر ہے کہ اُس نے آپ کے دشمن پر آپ کو اپنی مدد سے غالب کیا۔ عراق۔ شام اور مصر آپ کے ماتحت ہو گئے۔ پھر یہ فضیلت کیا کم ہے، کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ تو خلیفۂ وقت نے جواب دیا کہ یہ سب سچ ہے لیکن ایک تمنّا رہ گئی ہے۔ وہ یہ کہ میں مجلس میں بیٹھوں اور املاء لکھنے والا آئے۔ اور وہ مجھ سے پوچھے کہ کہاں حضرت آپ سے کس نے بیان کیا۔ اور میں روایت بیان کروں کہ مجھ سے حماد بن سلمہ بن دینار اور حماد بن زید بن درہم نے حدیث بیان کی۔ اُن سے ثابت بنانی نے اُن سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یا تین کی یا دو بہنوں کی یا تین کی۔ یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اس کا

خود کا انتقال ہو جائے۔ تو وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہو گا۔ اور آپ نے شہادت کی اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ کر کے بتلایا۔

مصنف کہتے ہیں یہ صریح غلطی ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خلیفہ مامون رشید اور دونوں حماد کے درمیان ایک راوی اور ہو اس لئے کہ خلیفہ مامون رشید ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور حماد بن سلمہ کا ۱۶۷ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔ تو حماد کے انتقال کے تین سال بعد تو وہ پیدا ہوئے پھر ان سے روایت کیسے کرتے؟ اسی طرح حماد بن زید بھی ۱۷۹ھ میں انتقال کر گئے تھے۔ تو ان سے بھی بلا واسطہ ان کی روایت صحیح نہیں۔ یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشیدؒ نے دریافت کیا کہ ایک درجہ بہت ہی بڑا ہے۔ کیا بتلا سکتے ہو کہ وہ درجہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ وہ درجہ ہے جس پر اے امیر المومنین آپ ہیں خلیفہ نے فرمایا تم نہیں پہنچے اس درجہ کو میں ہی جانتا ہوں سب سے بڑے درجے والا وہ ہے جو ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا ہو اور کہہ رہا ہو حدثنا فلان عن فلان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے کہا۔ امیر المومنین کیا اس کا درجہ آپ سے بھی افضل ہے حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی کی اولاد ہیں۔ اور مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ کہا ہاں تجھ پر افسوس ہے یقیناً وہ مجھ سے بہت بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ملا ہوا

ہے وہ کبھی نہ مریگا اور ہم مرجائیں گے۔ یہ علماء باقی رہیں گے۔ جب تک کہ دُنیا باقی ہے۔

ابن ابوالحناجر کہتے ہیں ہم بغداد میں یزید بن ہارونؒ کی مجلس میں تھے اور لوگ بھی وہاں جمع تھے۔ بادشاہ متوکل کی سواری لشکر سمیت وہاں سے گذری۔ انہیں دیکھ کر بادشاہ کہنے لگے حقیقی بادشاہ یہ ہے مصنّف فرماتے ہیں خثیمہ کی اس روایت میں وہم ہے اور یہ روایت غلط ہے۔ اس لئے کہ یزید بن ہارون ۲۰۶ھ میں انتقال فرما گئے۔ اور بادشاہ متوکّل ۲۰۷ھ میں پیدا ہُوا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ بادشاہ مامون کا ہو۔ واللہ اعلم

ایک مرتبہ امیرالمومنین نے فرمایا مجھے جس چیز کی خواہش ہوئی وہ پوری ہوئی مگر ایک تمنّا باقی رہ گئی۔ وہ تمنّا حدیث کی ہے۔ کاش کہ میں ایک کرسی پر بیٹھتا اور مجھ سے پوچھا جاتا۔ کہ آپ سے کس نے حدیث بیان کی۔ اور پھر میں سند بیان کرکے حدیث سُناتا۔

عمر بن حبیب عدوی قاضی نے کہا۔ امیرالمومنین آپ کیوں حدیث بیان نہیں کرتے۔ جواب دیا کہ ملک و خلافت کے ساتھ حدیث سُنانا زیبا نہیں دیتا۔ خلیفہ مامون رشید تو ان تمام خلفاء بنوالعباس سے زیادہ حدیث کی طرف راغب تھے۔ اور حدیث کا مذاکرہ بکثرت کرتے تھے۔ اور روایت کی انہیں بڑی حرص تھی۔ انہوں نے اپنی خاص مجلس میں اپنے خاص ہم جلیسوں

سے بہت سی حدیثیں بیان بھی کی ہیں۔ حدیث کی املاء کے حافظ تھے۔ عام مجلسوں میں جس میں عام لوگ جمع ہوتے تھے حدیث بیان کرتے تھے پہلے تو اس سے رُکتے رہے۔ لیکن بالآخر اس کا پختہ ارادہ کر لیا۔

یحییٰ بن اکثم قاضی سے ایک مرتبہ خلیفہ مأمون نے فرمایا۔ آج میرا ارادہ ہے کہ حدیث بیان کروں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! امیر المومنین سے زیادہ اس کا اہل کون ہے؟ کہا اچھا منبر بچھاؤ۔ منبر پر بیٹھ کر حدیث بیان کرنی شروع کی۔ پہلی حدیث تو یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امراء القیس کے ہاتھ میں قیامت کے روز جھنڈا ہوگا۔ اور وہ تمام شاعروں کا پیشوا بن کر جہنم میں جائیگا۔ پھر تقریباً سند کے ساتھ اسی طرح تیس حدیثیں بیان کیں۔ پھر منبر سے اُترے اور فرمایا۔ کہو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین بڑی پُر لطف اور بابرکت مجلس رہی۔ خاص و عام کو فائدہ ہوا۔ کہا یہ تو نہ کہو یہ حق تو محدثین ہی کا ہے۔ میں دیکھتا رہا کہ لوگوں کو وہ لذت نہ آئی۔ جو اہلِ حدیث کی حدیث کی مجلسوں میں انہیں حاصل ہوتی ہے۔

پادشاہِ اسلام محمد بن سلیمان بن علی مسجدِ حرام میں آئے اور دیکھا کہ ایک محدث کے اردگرد اہلحدیث کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کا قدم میری گردن پر ہونا مجھے تخت

سلطنت سے زیادہ محبوب ہے۔

حدیث کی مجلسوں اور اہلحدیث کی صحبتوں کے سرور کا بیان

مطرفؒ فرماتے ہیں اے اہلحدیثو! تمہاری مجلس میں بیٹھنا مجھے اپنے گھر والوں میں بیٹھنے سے زیادہ محبوب ہے۔ یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ اہلحدیث کا ہر وقت کا حدیث کا تقاضا مجھے پریشان کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ نہیں آتے تو مجھے اُس سے زیادہ رنج و غم ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ امام یحییٰ بن سعید قطانؒ اہلحدیث طلباء کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر کچھ غصہ ہو جاتے ہیں۔ تو محمد بن حفص کہتے ہیں کیا آپ پسند کرینگے کہ یہ لوگ آپ کے پاس نہ آئیں۔ آپ فرماتے ہیں ان کی تھوڑی دیر کی غیر حاضری بھی مجھ پر تو شاق گذرتی ہے۔

حماد بن زید کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ ابوجبلہ نے کہا دیکھئے تو اہلحدیث مجھے کیسی تکلیف دیتے ہیں۔ میں نے کہا اُنہوں نے کیا کہا۔ مجھ سے کہا۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ اب میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔ اور وہ اب تک نہیں آئے۔ بشر بن حارث سے محمد بن عبداللہ کہتے ہیں۔ آپ حدیث بیان نہیں کرتے۔ فرمایا میں تو خود حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جب تم چاہتے ہو تو بیان نہیں کرتا۔

یحییٰ بن اکثم قاضی فرماتے ہیں میں قاضی بھی بنا قاضی القضاۃ بھی بنا۔

وزیر بھی بن گیا۔ اور بڑے بڑے عہدے حاصل کئے۔ لیکن کسی چیز میں اتنا خوش نہیں ہُوا جتنا اس میں کہ حدیث لکھنے والا مجھ سے کہے، آپ سے اللہ تعالیٰ خوش رہے۔ آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں۔

قیس بن ربیع نے جب حدیث کے طالب علموں کا مجمع اپنے سامنے دیکھا تو اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے مدتوں کی تکلیفوں کے بعد یہ مبارک دن دیکھنا نصیب ہُوا۔

معمرؒ فرماتے ہیں کوئی پونجی کسی شخص کے پاس اس حدیث سے بہتر اور افضل نہیں ہے۔

امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے۔ اگر اہلِ حدیث طلبِ حدیث کے لئے میرے پاس نہ آئیں۔ تو میں اُن کے گھروں میں جاکر اُنہیں حدیث سُناؤں۔ آپ فرماتے ہیں میں اپنے تئیں بھی اور تمہیں بھی پوشیدہ خواہش سے ڈراتا ہوں۔ یہ پوشیدہ خواہش ہی ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے پاس نہ آیا کرو۔ حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر تم آنا بھی چھوڑ دو۔ تو میں خود تمہارے پاس آؤں۔ اگرچہ ادھر اُدھر کی باتیں ہی سُناؤں۔

ابراہیم بن سعید جوہریؒ فرماتے ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایک پوشیدہ چاہت ہے۔ دیکھو نا میں تم سے کہتا ہوں میرے پاس نہ آیا کرو۔ حالانکہ چاہت یہ ہے کہ ضرور آتے رہو۔

تیسرا باب

بزرگوں کے اُن خوابوں کا ذکر جو انہوں نے

اہلحدیث کے فضائل و اکرام میں دیکھے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت تو گئی۔ میرے بعد نبوّت باقی نہیں رہی۔ ہاں البتہ خوشخبریاں باقی ہیں اور وہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان خود دیکھے۔ یا اس کے بارے میں کوئی اور دکھایا جائے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ آنحضرتؐ سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے جو وہ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ نیک خواب ہیں جنہیں خود مسلمان دیکھے۔ یا اس کے بارے میں کسی اور کو دکھائے جائیں۔

ایک شخص یزید بن ہارونؒ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھتا ہے۔ سوال کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ فرماتے ہیں میرے لئے جنت مباح کر دی۔ پوچھتے ہیں قرآن کی وجہ سے؟ کہا نہیں۔ پوچھا پھر کس باعث؟ فرمایا حدیث کی وجہ سے۔

جویریہ بن محمد مقری بصری یزید بن ہارونؒ واسطی کو اُن کے انتقال سے چار رات بعد خواب میں دیکھتے ہیں۔ پوچھتے ہیں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ فرمایا میرے گناہ معاف فرما دیئے۔ اور نیکیاں قبول کر لیں۔ اور تکلیفیں ہٹا دیں۔ میں نے کہا پھر کیا ہُوا۔ فرمایا خداوند کریم نے بڑا اکرم کیا۔ میرے گناہ بخش دیئے۔ اور مجھے جنّت میں داخل کیا۔ پوچھتے ہیں آخر آپ کا اتنا اکرام کس نیکی پر ہُوا؟ کہا ذکر اللہ کی مجلسوں کی وجہ سے میری حق گوئی اور سچی باتوں کی وجہ سے لمبی لمبی نمازوں اور فقر و فاقہ کی مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے۔ پوچھا کیا منکر نکیر حق ہیں؟ کہا ہاں! اُس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اُنہوں نے مجھے بیٹھا کر سوال کیا۔ کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ میں اپنی سفید داڑھی سے مٹی جھاڑنے لگا اور کہنے لگا۔ کیا مجھ جیسے شخص سے بھی سوال کیا جاتا ہے۔ میں یزید بن ہارون واسطی ہوں۔ ساٹھ سال تک دنیا میں لوگوں کو حدیث پڑھاتا رہا۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ہاں سچ ہے یہ یزید بن ہارون ہے۔ حضرت آپ نے فکری

سے دولہا کی طرح سو جائیے۔ آج کے بعد آپ پر کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔ پھر ایک نے مجھ سے کہا۔ کیا تم نے جریر بن عثمان سے بھی روایت لی ہے۔ میں نے کہا ہاں اور وہ حدیث میں ثقہ تھے۔ اُس نے کہا ہاں جریر تھے تو ثقہ۔ لیکن وہ حضرت علیؓ سے بغض رکھتے تھے اللہ اُن سے بھی بغض رکھے۔

زکریا بن عدی اپنے خواب میں امام ابن المبارکؒ کو دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا طلب حدیث کے لئے جو سفر میں نے کئے تھے اُن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت بھی ہے۔ ابوبکر اودیؒ کے ہم سبق جو حدیث کی طلب میں تھے اُن کا انتقال ہو گیا۔ خواب میں اُنہیں دیکھا تو پوچھا۔ کیا حال ہے؟ کہا مجھے بخش دیا گیا۔ پوچھا کس نیکی پر؟ کہا حدیث کے طلب کرنے پر۔

محمد بن جلیلؒ فرماتے ہیں میں نے سلیمان شاذ کونیؒ کو اُن کی وفات کے بعد نہایت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ ابوایوب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کس نیکی پر؟ فرمایا حدیث شریف کی وجہ سے۔

حبیش بن مبشرؒ فرماتے ہیں۔ میں نے امام یحیٰی بن معینؒ کو خواب میں دیکھا اُن سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے جنت کے دو دروازوں کے درمیان کی کل جگہ عنایت فرما دی۔ پھر اپنی جیب سے

ایک کتاب نکال کر کہا ان حدیثوں کے لکھنے کی برکت سے۔

ابو اسحاقؒ خواب میں دیکھتے ہیں کہ امام ابو ہمامؒ کے اوپر قندیلیں لٹک رہی ہیں۔ پوچھا یہ نورانی قندیلیں کیا ہیں؟ کہا یہ قندیل تو حدیث شفاعت بیان کرنے کی وجہ سے ملی۔ اور یہ حوضِ کوثر کی حدیث کو روایت کرنے کی وجہ سے۔ اور اسی طرح بہت سی حدیثوں کی وجہ سے ان بہت سی قندیلوں کا ملنا بیان فرمایا۔

خلف فرماتے ہیں میرے ایک دوست جو میرے ساتھ علم حدیث پڑھتے تھے اُن کا انتقال ہوگیا۔ میں نے اُنہیں اپنے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ سبز رنگ کے نئے کپڑے پہنے ہوئے خوش و خرّم ہیں۔ میں نے کہا حضرت آپ تو وہی مسکین طالب علم ہیں جو میرے ساتھ حدیث پڑھتے تھے۔ آج یہ جوڑا آپ پر کیسا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ حدیث لکھتا تھا۔ جہاں کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا تھا میں اُس کے ساتھ ہی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھا کرتا تھا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔

مصنّفؒ فرماتے ہیں ایک حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے۔ جس سے اس خواب کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی کتاب میں

صلی اللہ علیہ وسلم لکھے جب تک اُس کتاب میں لکھا رہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ساتھیوں کو خواب میں دیکھا گیا۔ اُن سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالٰے نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا۔ کہا کس بناء پر۔ فرمایا اپنی کتاب میں رسول اللہ علیہ وسلم پر درود لکھنے کی وجہ سے۔

اُن بعض روایتوں کا بیان جن سے بعض لوگ مغالطہ میں پڑجاتے ہیں اور اُن کا صحیح مطلب

مغیرہ فرماتے ہیں جو شخص حدیث کی طلب کے پیچھے پڑ جاتا ہے اُس کی نماز کم ہو جاتی ہے۔ ابوالحسن محمد کا قول بھی یہی ہے۔ مغیرہ والی روایت اور سند سے بھی مروی ہے۔ مصنف شیخ حافظ ابوبکرؒ فرماتے ہیں۔ مغیرہ نے یہ فرمان اپنے اوپر قیاس کر کے فرمایا ہے۔ شاید وہ نوافل بکثرت پڑھتے ہونگے۔ جب حدیث کی تلاش میں انہیں دور دور جانا پڑا۔ تو بکثرت نوافل ادا کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ تو اُنہوں نے یہ قول فرمایا لیکن اگر خود مغیرہ اچھی طرح سوچتے تو اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ طلب حدیث کی کوشش نفل نماز سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

حضرت ابوعمرانؒ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک نفل نماز کا

ثواب زیادہ ہے یا حدیث کے لکھنے کا؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ایک حدیث کا لکھنا رات بھر کی نماز سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابن المبارکؒ تو فرمایا کرتے تھے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ نفل نماز کا ثواب حدیث کے بیان کرنے سے زیادہ ہے تو میں حدیث کا پڑھانا ہی چھوڑ دوں۔

حضرت امام شافعیؒ کا فرمان ہے۔ طالب علمی نفل نماز سے بہت بہتر ہے شعبہؒ سے ایک روایت میں ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ حدیث تمہیں اللہ کے ذکر سے روکتی ہے اور نماز سے بھی۔ کیا تم اس سے باز نہ رہو گے؟

ابو خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ شعبہؒ کا مطلب اُن لوگوں سے ہے جو حدیثیں سنتے ہیں اور اُن پر عمل نہیں کرتے۔ صرف روایت کی زیادتی کی دُھن میں لگے رہتے ہیں یا اور اسی طرح کے لوگ۔ اس لئے کہ حدیث تو ذکر اللہ کی ہدایت کرنے والی ہے نہ کہ ذکر اللہ سے روکنے والی۔

امام احمد بن حنبلؒ سے جب شعبہؒ کے اس قول کا مطلب دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا شاید شعبہ بہ کثرت نفلی روزے رکھتے ہونگے اور نفلی عبادتیں کرتے ہوں گے۔ جب طلبِ حدیث میں مشغول ہو گئے ہونگے۔ تو اُن اعمال میں کمی واقع ہوئی ہوگی۔ تو یہ قول کہا ہوگا۔ شعبہ کی نسبت ہرگز کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا کہ وہ حدیث کو طلب کرنا بُرا جانتے ہوں۔ خود شعبہؒ

اس قدر علم حدیث میں منہمک رہتے تھے کہ محدثین انہیں امیر المومنین فی الحدیث یعنے حدیث میں مسلمانوں کا سردار سلطان کہا کرتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر وہ حدیث طلب نہ کرتے اور اسی میں مشغول نہ رہتے۔ تو اس درجہ تک کیسے پہنچ سکتے؟ وہ تو پوری عمر طلب حدیث میں مشغول رہے۔ انتقال تک یہی شغل رہا۔ حدیث کے جمع کرنے کی انہیں بہت حرص تھی۔ اس کے سوا ان کی دلچسپی کی اور کوئی چیز نہ تھی۔ وہ تو اپنے سے کم عمر اور کم درجے کے لوگوں سے بھی حدیث پڑھا کرتے تھے۔ ہر ایک سنی ہوئی حدیث کی توجہ میں اور ہر ایک حفظ حدیث کی مضبوطی میں ان کی برتری اہلحدیث میں مسلّم ہے۔

حضرت سفیانؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام شعبہؒ تو حدیث میں تمام ایمانداروں کے بادشاہ ہیں۔

بقیہ بن ولیدؒ فرماتے ہیں شعبہؒ بن حجاج کی تو یہ حالت تھی کہ فرمایا کرتے تھے اگر مجھ سے کوئی حدیث فوت ہو جاتی ہے تو مارے رنج و غم کے میں بیمار پڑ جاتا ہوں۔

ایک مرتبہ امام شعبہؒ کے سامنے ایک حدیث بیان ہوتی ہے جو انہوں نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ تو کہنے لگتے ہیں۔ آہ! افسوس حیرت و تعجب ہے رنج و غم ہے میں تو اس حدیث سے آج تک محروم ہی رہا۔

امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی قیس بن ربیع مجھے ابوحصین کی روایت

کردہ حدیث جو میں بھول گیا ہؤا ہوتا ہوں یاد دلاتے ہیں تو مجھے اسقدر اپنے اوپر غصّہ آتا ہے کہ کاش کہ چھت گر پڑے اور ہم دب جائیں۔

ایک مرتبہ امام شعبہ خالد حذاء کے پاس آکر کہتے ہیں کہ آپ کو جو ایک حدیث یاد ہے وہ مجھے پڑھا دیجئے۔ خالدؒ نے کہا دیکھتے نہیں ہو میں بیمار ہوں۔ تو کہنے لگے ایک حدیث ہی تو ہے بیان فرما دیجئے۔ آخر اُنہوں نے بیان کر دی تو کہنے لگے اب چاہے جب موت آجائے۔

امام سفیان ثوریؒ کے ایک ایسے قول کا صحیح مطلب

آپ کا ایک قول ہے کہ کاش کہ میں حدیث کے فن میں داخل ہی نہ ہوتا۔ کاش کہ میں اب بھی اس بارے میں برابر برابر چھوٹوں۔ نہ تو مجھ پر بوجھ ہو نہ مجھے اجر ملے۔

ایک اور روایت میں ہے کاش کہ میں اس میں برابر برابر چھوٹ جاؤں امام سفیانؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہیں خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں حقِ حدیث ادا نہ کر سکوں اور حدیث پر پورا پورا عمل نہ کر سکوں اور یہ حدیث میرے لئے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔

اس کی دلیل میں یہ واقعہ سُنئے کہ ایک مرتبہ بشر بن حارث اصحاب حدیث کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر فرمانے لگیں۔ آخر تم نے یہ کیا کر رکھا ہے؟ وہ کہنے لگیں حضرت ہم علم سیکھ رہے ہیں شاید اللہ تعالیٰ کسی دن ہمیں اس سے

نفع پہنچائے۔ فرمایا سنو! اور یاد رکھو! جس طرح دوسو درہم میں پانچ درہم زکوٰۃ نکالنی فرض ہے۔ اسی طرح دوسو حدیثیں سنکر پانچ پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر عمل نہ کیا تو دیکھنا کل قیامت کے دن یہ حدیثیں تم پر کیا ہوتی ہیں۔ امام شعبیؒ سے بھی حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یہ قول مروی ہے اور انہوں نے بھی یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ خوف تھا کہ کہیں حق حدیث ادا ہونے سے رہ نہ جائے۔ بلکہ امام شعبہؒ تو فرماتے تھے کہ میں اپنے اعمال میں سے کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا حدیث سے کہ ایسا نہ ہو یہ میرے لئے جہنم میں جانے کا باعث ہو جائے۔ ابن عونؒ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کاش کہ میں اس سے بلا عذاب و ثواب ہی چھوٹ جاؤں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جو علم میں بڑھتا ہے وہ تکلیف میں زیادہ ہوتا ہے۔ میں تو اگر علم سیکھتا ہی نہ تو میرے لئے آسانی ہو جاتی۔

حضرت امام سفیان بن سعید ثوریؒ کا یہ قول بھی ہے کہ کاش کہ میرے سینے میں سے ہر ایک حدیث اور جن جن لوگوں نے مجھ سے حدیثیں سیکھی ہیں اُن سب کے سینوں میں سے وہ تمام حدیثیں چھن جائیں۔

معافی ابن عمران یہ سُن کر یہ کہتے ہیں کہ اے ابو عبداللہ حدیث ہی تو صحیح علم ہے اور وہ ہی تو ظاہر سنت ہے جسے آپ نے خود پڑھ کر اوروں کو پڑھائی ہے۔ پھر آپ کا اپنے اور اُن کے سینے سے محو ہو جانا کیسے پسند

فرمائیں گے؟ فرمایا چُپ رہو تم نہیں جانتے۔ قیامت والے روز مجھے کھڑا ہوتا ہے اور اپنی ہر ہر مجلس کا جواب دینا ہے۔ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ اس حدیث کے بیان کرنے سے تمہارا مقصد کیا تھا۔ اور اس کے بیان سے کیا ارادہ تھا۔

حضرت سفیانؒ کے اس جواب نے آپ کی مراد صاف بیان کر دی اور معلوم ہو گیا کہ اُنہیں اپنے نفس پر خوف تھا۔ اور اسی واسطے اس قسم کی باتیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت سفیانؒ کے اس ڈر خوف کی اور اس تمنّا کی کہ کاش میں اس فن میں دخل ہی نہ دیتا یہ وجہ ہے کہ اسناد کی محبّت اور روایت کی شہرت نے اُن پر یہاں تک غلبہ کیا تھا کہ وہ ضعیف راویوں سے اور اُن لوگوں سے بھی جن کی روایت محدّثین نہیں لیتے تھے روایت کیا کرتے تھے۔ بلکہ ایسا بھی کر جاتے تھے کہ ان میں سے جو کوئی اپنے نام سے مشہور ہو اس کا نام چھوڑ کر اُس کی کُنیت بیان کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ اُس کی روایت میں قدرے پوشیدگی ہو جائے اس وجہ سے اُنہیں ڈر تھا کہ کہیں خدا کے ہاں پکڑ نہ ہو۔ اس لئے کہ اس طرح کی پوشیدگی اور ایسے ضعیف راویوں سے روایت کرنی آئمہ اور علماء نے منع کی ہے۔

امام یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیانؒ پر حدیث کی روایت کی خواہش

غالب آگئی تھی یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں مجھے حضرت سفیانؒ پر کوئی خوف نہیں سوائے حدیث کی چاہت کے خوف کے۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا بیان ہے کہ ہم دیکھتے تھے کہ حضرت سفیانؒ اس قدر خشوع خضوع میں مشغول ہوتے گویا وہ میدانِ حساب میں کھڑے ہیں۔ ہماری ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُن سے کوئی بات کریں لیکن جہاں ہم نے حدیث کا ذکر چھیڑا اُن کا وہ حال جاتا رہا۔ بس اب تو حدثنا حدثنا کہنا شروع کر دیتے۔ اور بکثرت حدیثیں بیان کرتے۔

شعبہ فرماتے ہیں کہ امام سفیانؒ کی بزرگی میں تو کلام نہیں۔ لیکن ایک بات اُن میں تھی کہ ہر کسی شخص سے حدیث قبول کر لیا کرتے تھے۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر سے امام سفیانؒ کے اس قول کی وجہ دریافت کی جاتی ہے کہ وہ کیوں کہتے ہیں کہ مجھے اپنے نفس پر سوائے حدیث کی روایت کے اور کوئی خوف ہی نہیں؟ تو جواب دیتے ہیں کہ اُنہوں نے ضعیف راویوں سے حدیثیں لے کر بیان کی تھیں اب ڈرتے اور خوف کھاتے تھے۔

حضرت مغیرہ بن مقسم ضبیؒ کے ایسے ہی قول کا صحیح مطلب

آپ فرماتے ہیں علم حدیث پہلے بہترین لوگ سیکھا کرتے تھے۔ لیکن اب تو بُرے لوگوں نے اس فن میں حصّہ لیا۔ اگر میں پہلے سے ہی یہ جانتا تو

میں حدیثیں بیان ہی نہ کرتا۔

امام خطیبؒ فرماتے ہیں بات یہ ہے کہ طالب علم کئی طرح کے ہوتے ہیں ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حدیثیں لکھنے کو آ بیٹھتے ہیں محدث کی صحبت بہت کم اٹھاتے ہیں استاد کے اخلاق و عادات کا اُن پر کوئی بڑا اثر نہیں پڑتا ممکن ہے مغیرہ نے بعض ایسے ہی لوگوں کو دیکھ لیا ہو اور اُن کی بے ادبی اور بُری عادتوں سے خفا ہو کر یہ فرما دیا ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ فی الواقع ایسے سُست لوگ تقریباً ہر علمی مجلس میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے حدیث کے ادب کرنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت لیث بن سعدؒ ایسے ہی لوگوں کو اور اُن کی ایسی ہی حرکتوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ تم تھوڑے سے ادب و عمل کے زیادہ محتاج ہو۔

حضرت عبیداللہ بن عمرؒ نے ایسے ہی لوگوں کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر فرمایا تھا کہ تم نے علم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ علم کی رونق گھٹا دی۔ اگر ہمیں تمہیں حضرت عمر بن خطابؓ پا لیتے تو سخت سزا دیتے۔

سفیان فرمایا کرتے تھے کہ اگر علم حدیث بھی بھلائی میں سے ہوتا تو اور بھلائیوں کی طرح یہ بھی کم ہو جاتا۔ آپ کا قول ہے کہ تمام بھلائیاں گھٹتی جا رہی ہیں اور یہ حدیث کی روایت بڑھتی جا رہی ہے۔ میرا

گمان ہے کہ اگر یہ بھی بھلائی ہوتی تو یہ بھی گھٹتی۔ بعض لوگوں نے اس مضمون کو اپنے شعروں میں بھی ادا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں ہر بھلائی کم ہوتی جاتی ہے۔ اور گھٹ رہی ہے۔ لیکن حدیث بڑھتی جارہی ہے۔ اگر یہ بھی بھلائی ہوتی تو اس کا حال بھی اور بھلائیوں کی طرح ہوتا۔ لیکن حدیث کی راہ کا شیطان بڑا سرکش ہے۔ ابنِ معین لوگوں پر جرح تو کرتے ہیں لیکن آخر خدا کے حضور میں اُن سے سوال ہوگا۔ اگر سچ نکلی جب بھی حکم میں غیبت کے ہے۔ اور اگر جھوٹ ہے پھر تو حساب بڑا سخت ہے۔

علامہ مصنّف حافظ ابو بکر خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ شاعر کا یہ قول بالکل لغو ہے کہ علمائے کرام کا راویانِ حدیث پر جرح کرنا غیبت نہیں بلکہ دراصل یہ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اور اس جرح کے تو ظاہر کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ کیونکہ اس کو ظاہر کرنا فرض ہے۔ اور چھپانا حرام ہے۔ شعبہؒ سفیان بن سعیدؒ سفیان بن عینیہؒ اور امام مالکؒ سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کے حافظہ میں نقصان ہے یا اُس پر حدیث میں کوئی تہمت ہے تو کیا اُسے ظاہر کرنا چاہئیے؟ سب بزرگوں نے بالاتفاق فرمایا کہ اُسے ضرور ظاہر کردو۔

ابو مسہر سے بھی سوال ہوتا ہے کہ اگر حدیث کا کوئی راوی غلطی

کرنے والا ہو یا اُس پر جھوٹ کا خیال ہو۔ یا ہیر پھیر کر دیتا ہو تو اُس کی یہ حالت بیان کر دینی چاہیئے؟ کہا ہاں ضرور ظاہر کر دو۔ پوچھا گیا۔ پھر یہ غیبت تو نہ ہوگی؟ فرمایا ہرگز نہیں۔

چونکہ ہم اس بحث کو پوری پوری اپنی کتاب کفایہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے اب یہاں اس سے زیادہ لکھنا ضروری نہیں جانتے۔ اب ہم پھر اصل بحث کو پوری کرنا چاہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سفیانؒ کے پہلے قول کا مطلب غریب اور منکر حدیثیں ہیں نہ کہ معروف اور مشہور حدیثیں۔ اس لئے کہ شاذ روایتیں اور منکر حدیثیں بھی بکثرت ہیں اور حضرت سفیانؒ ان کے بیان کرنے میں خیر و برکت نہیں جانتے تھے اور ثقہ لوگوں کی روایت اس کے خلاف پاتے تھے۔ اور بزرگانِ سلف اور فقہائے اُمت کا عمل بھی اس کے خلاف پاتے تھے اس لئے ان کے بیان سے روکتے تھے۔ سو یہ قول اور بزرگوں سے بھی مروی ہے۔ کہ اُنہوں نے بھی اس میں مشغول ہونا اور اپنا وقت اس میں کھونا مکروہ بتایا ہے۔

ابراہیم فرماتے ہیں اسلاف غریب کلام اور غریب حدیثوں کو مکروہ جانتے تھے۔

ابو یوسفؒ فرماتے ہیں غریب حدیثیں کثرت سے بیان نہ کرو۔ جنہیں سمجھدار علماء نے چھوڑ رکھا ہے ورنہ آخرش کذّاب کہلاؤ گے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بڑے افسوس سے فرمایا کرتے تھے کہ ان بے سمجھ لوگوں کو دیکھو کہ حدیث تو چھوڑ دی اور غریب روائتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ امام سفیانؒ کے قول کو صحیح حدیثوں اور معروف سنتوں پر حمل کرنا صراحتاً انصاف کا خون کرنا ہے۔ بھلا اتنے بڑے امام حدیث کی نسبت یہ گمان بھی کوئی بھلا آدمی کر سکتا ہے؟ پھر بالخصوص اس وقت جبکہ امام سفیانؒ حدیث کو مسلمان کا ہتھیار بتلاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ آدمی کو چاہیئے اپنی اولاد کو مار پیٹ کر بھی حدیث پڑھائے۔ ورنہ خدا کے ہاں اس سے مار پیٹ ہوگی۔ فرماتے ہیں. اللہ تعالےٰ کو طلب کرنے کا کوئی عمل حدیث شریف سے افضل نہیں۔ کسی نے کہا بھی کہ حضرت پڑھنے والوں کی نیّت ہی نہیں ہوتی۔ تو آپ نے جواب دیا کہ پڑھنا ہی نیّت ہے۔ بلکہ آپ تمام اعمال سے افضل نیک نیتی کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا بتلاتے ہیں۔ خود حدیثیں بیان کرتے پھر خوش ہو کر فرماتے نہریں یہ نکلیں چشمے جاری ہو گئے۔ کبھی کبھی حدیث بیان کر کے فرماتے۔ لوگو! تمہارے لئے ایک ایک حدیث عسقلان اور صور کی بادشاہت سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت امام مالکؒ اور حضرت عبداللہ بن ادریسؒ

کے ایک ایسے ہی قول کا صحیح مطلب

عبداللہ بن ادریسؒ فرماتے ہیں ہم تو کہا کرتے تھے کہ روایت حدیث کی زیادتی کی دُھن بھی ایک قسم کا جنون ہے۔

طنافسیؒ کہتے ہیں یہ قول بالکل سچ ہے۔

امام مالکؒ کا بھی قول ہے کہ روایتِ حدیث کی زیادتی کرنے والے اکثر مراد نہیں پاتے۔

عبدالرزاقؒ نے بھی زیادتی روایت کے بارے میں اسی طرح کا ایک قول محفوظ ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم تو جانتے تھے یہ بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن وہ تو بری چیز ثابت ہوئی۔

ان دونوں بزرگوں کے کلام کا مطلب بھی وہی ہے جو حضرت سفیانؒ کے قول کا مطلب تھا یعنی یہ مذمت شاذ روایتوں کی ہے۔

امام مالکؒ اور ابن ادریسؒ غریب حدیثوں کی بہ کثرت سندیں طلب کرنے اور منکر حدیثوں کی سندیں جمع کرنے کی بُرائی بیان کرتے ہیں۔ جیسے طائر والی اور خود والی اور جُمعہ کے غسل والی اور علم کے اُٹھ جانے کی خبر والی اور درجات والوں کے بیان والی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کی مذمت والی اور بے ولی نکاح نہ ہونے کے مسئلہ والی اور ایسی ہی اور حدیثیں جن کی سندیں جمع

کرنے کے لوگ پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن سندوں میں صحیح سندیں
بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ اور یہ کام اکثر نوعمر مبتدی کیا کرتے ہیں۔
وہ لوگ صرف ان سندوں کو حفظ کرنا اور ان روایتوں کو
آپس میں بیٹھ کر بیان کرنا ہی جانتے ہیں۔ بلکہ ان میں بعض تو ایسے
ہوتے ہیں جنہیں اور کوئی صحیح حدیث یاد ہی نہیں ہوتی۔ اُنہیں تو
غریب حدیثوں کے مختلف طرق اور عجیب اسنادیں ہی یاد ہوتی
ہیں۔ جن میں کی اکثر تو موضوع اور مصنوع ہوتی ہیں۔ جن سے کوئی
نفع نہیں۔ یہ لوگ اپنی عمر کا ایک حصّہ اسی میں کھپا دیتے ہیں یہی
وجہ ہے کہ ہمارے زمانے کے اکثر طالب علم نہ تو حدیثوں کو سمجھ
سکتے ہیں نہ اُن میں جو احکام ہیں اُنہیں جان سکتے ہیں۔ غرض
استنباط اور اجتہاد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بلکہ ہمارے زمانے
کے فقیہ کہلانے والوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہ لوگ بھی انہی کے
قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ محدثین سے حدیث کا سُننا انہیں نصیب ہی
نہیں ہوتا۔ بلکہ متکلمین کی تصنیفات میں لگے رہتے ہیں۔ ان دونوں
جماعتوں نے اپنے فائدے کی چیز کو تو پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔
اور بیکار کی دُھن میں لگ گئے ہیں۔

ابوزرعہ رازیؒ کو ابو ثورؒ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ آپ کے

شاگرد علم حدیث میں ماہر رہے۔ لیکن اب تو وہ اس کام میں لگ گئے ہیں کہ من کذب علی والی حدیث کی کتنی سندیں ہیں۔ اس کے پیچھے پڑ جانے کی وجہ سے اور لوگ ان پر غالب آ گئے۔

سلیمان بن مہران اعمش ؒ کے اقوال کا صحیح مطلب

اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک۔ ایک روٹی کا ایک ٹکڑا خیرات کر دینا ستّر حدیثیں بیان کرنے سے افضل ہے۔ ایک مرتبہ آپ سے کہا گیا کہ کوئی حدیث سنائیے۔ تو فرمایا ایک بڑی یا ایک روٹی خیرات کر دینا میرے نزدیک تمہیں دس حدیثیں سنانے سے افضل ہے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے۔ کہ دنیا میں اس قوم سے بُری کوئی قوم نہیں۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں پہلے تو میں نے اس قول کو بڑا بُرا جانا۔ لیکن جب میں نے ان لوگوں کی ایسی حرکتیں دیکھیں تو مجھے بھی اس کا یقین ہو گیا۔

اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اگر میرے پاس کتّے ہوتے تو میں ان لوگوں پر چھوڑ دیتا۔

علامہ مصنّف حافظ ابوبکر خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ دراصل امام اعمشؒ کے اخلاق ایسے بہت زیادہ اچھے نہ تھے۔ اور حدیثیں

بیان کرنے میں اُن کی طبیعت میں بخل بھی تھا۔ اور روایت کرنے میں ذرا تنگ دل تھے۔ ان کی یہ باتیں اہل علم میں مشہور ہیں۔

ایک مرتبہ رقبہ بن مصقلہ اُن کے پاس آتے ہیں اور کچھ پوچھتے ہیں تو مُنہ چڑھا لیتے ہیں۔ رقبہ بھی غصّہ ہو کر فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم تمہاری تو ہر وقت تیوریاں ہی چڑھی رہتی ہیں۔ بہت جلدی دل بھاری کر لیا کرتے ہو۔ آنے جانے والوں کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔ جہاں کسی نے تم سے کچھ پوچھا کہ گویا تمہاری ناک میں رائی کے دانے چڑھ گئے۔

عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں ہم ایک مرتبہ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور ایک حدیث کا طالب علم حضرت اعمشؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے لئے آ رہا تھا۔ لوٹتے وقت اُنہیں راستہ سے ہٹا کر دور لے جا کر ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اور کہا ابو محمد جانتے بھی ہو اس وقت تم کہاں ہو؟ اس وقت تم فلاں جگہ ہو۔ اب میں تمہیں یہاں سے لے کر تمہارے گھر نہیں پہنچاؤں گا۔ جب تک کہ اتنی حدیثیں مجھے نہ سناؤ۔ جتنی میری ان تختیوں میں میں لکھ سکوں؟ مجبوراً اُنہیں کہنا پڑا کہ اچھا لکھو۔ جب وہ تختیاں ختم کر چکا تو اُن کو حفاظت سے رکھ لیں۔ اور اُن کا ہاتھ تھام کر لے چلے۔ جب کوفہ میں داخل ہو گئے

تو اُس طالب علم نے اپنی تختیاں اپنی جان پہچان والے ایک آدمی کو دیدیں۔ جب امام اعمشؒ کا گھر آیا۔ تو اُنہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور لوگوں سے کہا اس نالائق سے تختیاں چھین لو۔ اُس نے کہا ابو محمد وہ تختیاں تو اور جگہ پہنچ گئیں۔ جب اُنہیں بالکل نا اُمیدی ہو چکی تو کہنے لگے میں نے اس وقت جتنی حدیثیں تم سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں۔ اُس نوجوان نے کہا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تو محض آپ کی دھمکی ہے۔ آپ جیسا خدا ترس آدمی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اور واقعہ سنئے۔ اعمشؒ کسی کو اپنے پاس بیٹھنے ہی نہ دیتے تھے۔ اگر کوئی بیٹھ جائے۔ تو بات چیت موقوف کر دیتے تھے۔ لیکن ایک صاحب تھے جو اعمش کو تنگ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چپکے سے آکر اُن کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ امام اعمش بھی سمجھ گئے۔ کہ آج پہلو میں کوئی بیٹھا ہے۔ تو بار بار اُس طرف تھوک اور کھنکار ڈالنے لگے۔ لیکن وہ غریب چپ چاپ بیٹھا ہی رہا۔ کہ اگر انہیں پوری طرح یقین ہو جائے گا۔ تو ابھی حدیث بیان کرنا چھوڑ دینگے۔

ایک مرتبہ حفص بن غیاث نے ایک حدیث کی سند امام اعمشؒ سے پوچھی تو اس کی گردن پکڑ کر دیوار سے دے ماری۔ اور کہا یہ سند ہے اس کی۔

جریرؒ کہتے ہیں ہم اعمشؒ کے پاس آتے تھے۔ اُن کا کتا ہمیں بڑی ایذا دیتا تھا۔ جب وہ مر گیا۔ تو پھر ہماری بھیڑ لگنے لگی۔ تو رو کر فرمانے لگے بھلائی کا حکم دینے والا اور بُرائی سے روکنے والا مر گیا۔

امام اعمشؒ کے ایسے واقعات بکثرت ہیں۔ لیکن وہ باوجود اس بے رُخی کے حدیث میں ثقہ تھے۔ روایت میں عادل تھے۔ سُنی سنائی حدیثوں کے ضبط کر لینے والے تھے۔ حافظہ کے بڑے زبردست تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ سفر کر کے دور دراز سے ان کے پاس آتے تھے۔ اور حدیث کے سُننے کے لئے ایک بھیڑ بھاڑ لگ جاتی تھی۔ کبھی وہ حدیث بیان کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ اب ادھر سے اصرار ہوتا تھا۔ تو آپ بے حد بگڑتے تھے۔ اور پھر انکی مذمت اور بُرائی کرتے تھے۔ لیکن جب غصّہ چلا جاتا۔ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا تو غضب کو صلح سے اور مذمت کو مدح سے بدل ڈالا کرتے تھے۔

آپ کا قول ہے کہ جب میں کسی شیخ کو دیکھتا ہوں کہ وہ حدیث نہیں لکھتا تو مجھے سخت غصّہ آتا ہے اور حیرت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب میں کسی طالب علم کو دیکھتا ہوں کہ وہ حدیث طلب نہیں کرتا تو جی چاہتا ہے کہ اسے سخت سزا دوں۔ اور جوتیاں لگاؤں

فرماتے ہیں کہ اگر میں بقال ہوتا تو خیر تم مجھ سے پرے رہتے۔ یاد رکھو اگر یہ حدیثیں نہ ہوتیں۔ تو ہم میں اور بقال میں کوئی فرق نہ تھا خود آپ تمام عمر یعنے مرتے دم تک علم حدیث کی طلب میں رہے۔

جب غصّہ میں ہوتے تب تو فرما دیتے کہ اے اہل حدیثو! میں تم سے نہ تو حدیث بیان کروں گا نہ تمہاری عزّت افزائی کرونگا نہ تم اس کے لائق ہو۔ نہ تم پر اس کا کچھ اثر ہوتا میں دیکھتا ہوں۔ لیکن جب وہ چمٹ جاتے اور ان کا غصّہ بھی جاتا رہتا تو فرماتے ہاں لو حدیثیں سناتا ہوں، عزّت و اکرام کرتا ہوں۔ تم تو ہو ہی تھوڑے۔ خدا کی قسم تم تو ان عوام الناس میں خالص سُرخ سونے کا حکم رکھتے ہو۔

امام ابوبکر بن عیاش رح سے بھی اسیطرح مروی ہے وہ بھی کبھی تو غصّہ میں کہہ دیتے کہ اصحاب الحدیث بڑے بڑے لوگ ہیں۔ وہ تو مجنون ہیں وہ ایسے ہیں ایسے ہیں۔ پھر جب غصّہ ہٹ جاتا۔ تو تھوڑی دیر بعد کہنے لگتے کہ اصحاب الحدیث سب لوگوں سے زیادہ بھلے لوگ ہیں۔ اور ایسے اور ایسے بھلے آدمی ہیں۔ ابنِ عمار نے پوچھا۔ حضرت یہ کیا؟ ابھی تو

بُرا کہتے تھے ابھی بھلا کہنے لگے۔ کہا دیکھو تو میں انہیں بھلا کیوں نہ کہوں۔ یہ لوگ ایک سُنی ہوئی حدیث کو مجھ سے خاص میری زبان سے سُننے کو آتے ہیں۔ میری ڈانٹ ڈپٹ سب کچھ سہتے ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو بغیر مجھ سے سُنے بھی باہر جا کر کہہ سکتے تھے کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے یہ حدیث بیان کی۔ لیکن یہ اُن کی کمال دیانت داری ہے۔ کہ بے سُنے ہرگز روایت نہیں کرتے۔

محمد بن ہشام عیشیؒ کہتے ہیں جب ہم آپ کے پاس آتے۔ اور آپ کی طبیعت خوش ہوتی تو ہمیں دیکھتے ہی خوش ہو کر فرماتے روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ تمہاری وجہ سے سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہے۔ اور اگر ہم اُن کی ناراضگی کے وقت آتے۔ تو ہمیں بُرا بھلا کہنے لگ جاتے۔ اور کہتے ان سے بُرا دنیا بھر کوئی نہیں۔ ماں باپ کے نافرمان اور جماعت کی نماز کے تارک یہ لوگ ہیں۔ اور باوجود اس کے یہ بھی حدیث بیان کرنے میں ذرا تامل کیا کرتے تھے۔

احمد بن ابوالحرازی ان کے پاس کوفے میں آ کر کہتے ہیں۔ میں پردیسی آدمی ہوں ایک آدھ حدیث مجھے بھی سُنا دیجئے۔ تو کہنے لگے شہری لوگ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ میں نے کہا حضرت میں

شام کا رہنے والا ہوں۔ کہا پھر تو تم سے یہ اور زیادہ دور ہے۔
فرمایا کرتے تھے اگر میں یہ جان لوں کہ علم حدیث کو کوئی محض دینداری کے طور پر پڑھتا ہے۔ تو میں اُس کے گھر جا کر پڑھا آیا کروں۔ میں کبھی کبھی تم پر غصہ ہو جایا کرتا ہوں اسے میں خود محسوس کرتا ہوں۔ اور خود مجھے یہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ میں دل سے جانتا ہوں کہ تم اس پاک اور شریف علم کے اہل ہو۔ اگر تم بھی اسے چھوڑ دو۔ تو پھر یہ علم ہی جاتا آتا ہو جائے۔

ایک اور عجیب و غریب واقعہ

احمد بن بدیلؒ کے پاس ایک مرتبہ اہل حدیث کا مجمع ہوتا ہے۔ اور اُن کی حدیث کے بیان کی سختی اور کمی کا شکوہ ہوتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں تم نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ کاش کہ تم ابو بکر بن عیاشؒ کو دیکھتے۔ اُنہوں نے کہا۔ حضرت اُن کا کیا حال تھا؟ کہا سُنو! ایک مرتبہ میں اور ابو کریب اور یحییٰ بن آدم اور ایک ہاشمیؒ شخص اُن کے پاس گئے۔ اور اُن سے کہا کہ آپ ہمیں صرف دس حدیثیں سُنا دیجئے۔ تو کہنے لگے میں تو دو بھی نہ سناؤں۔ کہا اچھا مہربانی فرما کر دو ہی سُنا دیجئے۔ کہنے لگے۔ میں تو آدھی بھی نہ سُناؤں۔ کہا اچھا آدھی ہی سُناؤ۔ تو کہنے لگے۔

اچھا بتاؤ اسناد سناؤں یا متن؟ تو شیخ یحییٰ بن آدمؒ نے کہا حضرت ہمارے نزدیک اسناد تو آپ خود ہیں۔ آپ الفاظِ حدیث ہی بیان کر دیجئے۔ اب انہوں نے بلا سند ایک حدیث سنا دی۔

ایک مرتبہ اور اُن سے کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت حدیثیں سنائیے تو صاف انکار کر جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ اچھا ایک ہی سہی تو فرماتے ہیں اچھا سنو! مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہؒ کو مٹکا لڑھکاتے ہوئے دیکھا ہے۔

دیکھا آپ نے ابوبکر بن عیاشؒ کو کوئی حدیث بیان کرنی منظور نہ تھی۔ اور اصحابِ حدیث دق کر رہے تھے تو ایک ایسی بات بیان کر دی جس میں نہ تو کوئی بھلائی ہے نہ سُننے والوں کو نفع بخش ہے۔

امام ابوبکر بن عیاشؒ کا کھُلے لفظوں میں اہلحدیث کے فضائل بیان کرنا

حمزہ بن سعید مروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ امام ابو بکر بن عیاشؒ نے ایک مرتبہ اپنے ہاتھ یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ کے بازو پر مار کر فرمایا۔ اے یحییٰ! دُنیا میں کوئی قوم

اہل حدیث سے افضل نہیں۔

سعید بن یحییٰ بن ازہرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ فرماتے تھے۔ میں نے اہلِ حدیث سے افضل کسی قوم کو نہیں دیکھا۔ دیکھئے وہ لوگ ایک ایک کلمہ کے سننے کے لئے میرے پاس کئی کئی مرتبہ آتے ہیں۔ حالانکہ بے سُنے بھی اگر میرا نام لے کر روایت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

ہنادبن سری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ گھر سے نکلے۔ اور اہلِ حدیث کا ایک مجمع اپنے دروازے پر دیکھ کر فرمانے لگے۔ یہ بہترین لوگ ہیں۔ اگر یہ چاہتے تو لوٹ جاتے اور کہہ دیتے ہم نے سُنا۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں حدیث اور اہلِ حدیث کی جو لوگ کہ حدیث کے حفظ کرنے اور اس کے بیان کرنے کے ساتھ مخصوص ہیں فضیلت بیان کر دی ہے۔ سننے اور یاد رکھنے والوں کو یہ کتاب کافی ہے۔ اور اس مضمون کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے۔

اس کے بعد ہم انشاء اللہ تعالےٰ ایک مستقل کتاب اس مضمون پر لکھنے والے ہیں کہ حدیث کے روایت کرنے والوں اور اسے حفظ کرنے والوں کے اخلاق و آداب کیا ہونے چاہئیں ؟ ان پر کیا واجب ہے ؟ کیا مستحب ہے. کیا مکروہ ہے ؟

اسلئے

کہ کسی اہلِ حدیث کو اس کے معلوم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ سے ہماری استدعا ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی کے کاموں پر ہماری مدد فرمائے۔ اور خطا اور لغزش سے ہمیں بچائے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

کتاب شرف اصحاب الحدیث

ختم ہوئی

والحمد للہ حق حمدہ وصلوتہ علےٰ محمد وآلہ و صحبہ وسلامہ۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب "شرف اصحاب الحدیث" کا اُردو ترجمہ موسومہ "فضائل اہلحدیث" ختم ہؤا۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے۔ آمین

والحمد والثناء للہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسول اللہ

شائع کردہ

خالد گھرجاکھی

سیرت الاخوین

علی ابنِ ابی طالب وعثمان ذوالنورین

خلافتِ راشدہ کے پہلے دو خلیفوں کی زندگی بالکل بے داغ اور روشن تھی۔ اور ترقی اسلام کا درخشاں دَور تھا۔ لیکن دوسرے دو خلیفوں کے دَور میں ایک فتنۂ عظیم نمودار ہوا جس کے روکنے میں دونوں نے انتہائی کوششیں کیں۔ بلکہ اپنی اپنی جانیں بھی بازی پر لگادیں۔ اس سے بڑھ کر انکے اخلاص کی اور دلیل کوئی نہیں ہوسکتی۔

لیکن اس دَور میں بعض لوگ دریئے پرآجاتے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ مرتضیٰ پر بہتان تراشی کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

درحقیقت پُرانے روافض وخوارج کے رطب ویابس اور موضوع روایات نے ان بزرگوں کی پوزیشن مکدر کردی ہے۔

اس کتاب میں الحمدللہ اپنی وسعت کے مطابق دونوں بزرگوں کی صحیح و مستند روایات کے مطابق پوزیشن صاف کی گئی ہے۔ ان کے باقاعدہ حوالے درج کئے ہیں۔ اور صحیح تاریخی واقعات پیش کرکے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہے۔ قیمت پانچ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

خزینۃ الکونین فی فضائل الشیخین

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے فضائل میں ایک نایاب تحفہ ہے۔ (زیرِ طبع)

قل هذه سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی

فضائل اہلحدیث

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۴۶۳ھ کی مایہ ناز کتاب "شرف اصحاب الحدیث"

کا اردو ترجمہ

ناشر

جمعیۃ اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ

طابع

خالد گھرجاکھی۔ گھرجاکھ۔ گوجرانوالہ

اشاعت فنڈ صرف ایک روپیہ